



ISSN-0971-5711



1999

جون



Rs.12/=

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	قیمت
1.	اسے ویڈبک آف کامن ریسپیڈز ان یونانی سسٹم آف میڈیسن انگریزی 19/00، بنگالی 19/00، عربی 44/00، گجراتی 44/00، اردو 34/00، سنسکرت 34/00		
2.	آئینہ سرگزشت - ابن سینا	اردو	7/00
3.	رسالہ جودیہ - ابن سینا (حالیات پر ایک مختصر مقالہ)	اردو	26/00
4.	عیون الانبانی طبقات الاءاء - ابن ابی اصیحدہ (جلد اول)	اردو	131/00
5.	عیون الانبانی طبقات الاءاء - ابن ابی اصیحدہ (جلد دوم)	اردو	143/00
6.	کتاب الکلیات - ابن رشد	اردو	71/00
7.	کتاب الکلیات - ابن رشد	عربی	107/00
8.	کتاب الجامع لفروقات الادویہ والاقدیہ - ابن بطار (جلد اول)	اردو	71/00
9.	کتاب الجامع لفروقات الادویہ والاقدیہ - ابن بطار (جلد دوم)	اردو	86/00
10.	کتاب المہدی فی الجراحت - ابن القف اسکنی (جلد اول)	اردو	57/00
11.	کتاب المہدی فی الجراحت - ابن القف اسکنی (جلد دوم)	اردو	93/00
12.	کتاب المصوری - زکریا رازی	اردو	169/00
13.	کتاب الابدال - زکریا رازی (بدل ادویہ کے موضوع پر)	اردو	13/00
14.	کتاب التیسیر فی المداوات والداء - ابن زہر	اردو	50/00
15.	کنزری یوشن ٹودی یونانی میڈیسن پلاٹس فرام ہارٹھ آرکٹ ڈسٹرکٹ حل ٹاؤ (یوپی)	انگریزی	11/00
16.	کنزری یوشن ٹودی یونانی میڈیسن پلاٹس فرام ہارٹھ آرکٹ ڈسٹرکٹ حل ٹاؤ	انگریزی	143/00
17.	میڈیسن پلاٹس آف کوالیار فار سٹ ڈوین		26/00
18.	فزیکیو ٹیکیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارمیسیشن (پارٹ - I)	انگریزی	43/00
19.	فزیکیو ٹیکیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارمیسیشن (پارٹ - II)	انگریزی	50/00
20.	فزیکیو ٹیکیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارمیسیشن (پارٹ - III)	انگریزی	107/00
21.	اسٹینڈرڈڈ اینڈ اسٹینڈرڈس آف سٹیکل ڈرگس آف یونانی میڈیسن (پارٹ - I)	انگریزی	86/00
22.	اسٹینڈرڈڈ اینڈ اسٹینڈرڈس آف سٹیکل ڈرگس آف یونانی میڈیسن (پارٹ - II)	انگریزی	129/00
23.	کیمیکل اسٹینڈرڈ آف ذویع الفاسل	انگریزی	4/00
24.	کیمیکل اسٹینڈرڈ آف طبعی انشس	انگریزی	5/50
25.	تیکس، اصل خاں - اسے ورشائل جمنس (جلد - 71/00)	انگریزی	57/00
26.	کنسپٹ آف برتھ کنٹرول ان یونانی میڈیسن	انگریزی	131/00
27.	یکسٹری آف میڈیسن پلاٹس - I	انگریزی	340/00
28.	امراض قلب	اردو	205/00
29.	امراض دیم	اردو	150/00
30.	الحالیات ابتر اندیہ (پارٹ - I)	اردو	360/00

ڈاک سے کتابیں منگوانے کے لئے اپنے کارڈز کے ساتھ کن بک کی قیمت بذریعہ بینک ڈرافٹ، جوڈائریکٹری، سی، جگر، یو، ایم، نئی دہلی کے ہم بٹا ہو، پیشگی روانہ فرمائیں۔

100/00 سے کم کی کتابوں پر محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

کتابیں مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن، 65-61، انسٹی ٹیوٹل امیریا، جھک پوری، نئی دہلی - 110058 فون: 5614970-72، 5611982

ہندوستان کا پہلا سائنسی اور معلوماتی ماہنامہ
انجمن فروغ سائنس کے نظریات کا ترجمان

ترتیب

- اداریہ _____ 2
ڈائجسٹ _____ 3
اسلام اور ماحول کا تحفظ --- مفتی جمیل احمد ندیری _____ 3
اسلام اور ماحولیات --- عبدالغنی شیخ _____ 8
عدم توازن --- ڈاکٹر محمد اسلم پرویز _____ 13
ہزاروں خواہشیں الکی --- ایس ایم قیصر رضا _____ 17
قرآن اور حیاتیاتی توازن --- ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی _____ 19
صوت الحیر --- شاہد رشید _____ 22
تحفظ ماحول: --- پروفیسر محمد اجمل _____ 27
اسلامی تعلیمات کی روشنی میں
ماحولیات کا تحفظ: --- ڈاکٹر افتخار حسین فاروقی _____ 30
اسلامی نقطہ نظر
انجام (نظم) --- انجم دتیادی _____ 32
ایک خط سراج کے نام --- ڈاکٹر عبدالعزیز شمس مکہ _____ 33
مجبور --- راشد حسین _____ 36
لائٹ ہاؤس _____ 38
صابن ایک اہم ضرورت --- عبدالودود انصاری _____ 38
کھانا خراب کیوں ہوتا ہے --- پروفیسر شمیم فاطمہ _____ 41
کب کیوں کیسے _____ 45
سوال جواب _____ 46
کسوٹی _____ 49
کاوش _____ 51
اسلام اور تحفظ ماحول --- اسد فیصل فاروقی _____ 51
ماحول کی اہمیت --- عالیہ کوثر _____ 53

سائنس نئی دہلی

65

جون 1999ء جلد نمبر (6) شہدہ نمبر (6)

ایڈیٹر: ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

مجلس ادارت:

صدر: پروفیسر آل احمد سرور
ممبران: ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی
عبداللہ ولی بخش قادری
ڈاکٹر عبید الرحمن
ڈاکٹر شعیب عبداللہ
مبارک کاہڑی (مہاراشٹر)
عبدالودود انصاری (مغربی بنگال)
سرورقی: جاوید اشرف

مجلس مشاورت:

ڈاکٹر عبدالعزیز شمس (مکہ مکرمہ)
ڈاکٹر عابد مسز (ریاض)
عبدالغنی ہنگر (نورتنو)
ڈاکٹر لیلیٰ محمد خاں (امریکہ)
ڈاکٹر مسعود اختر (امریکہ)
جناب امتیاز احمد (جدہ)

قیمت فی شمارہ 12 روپے 140 روپے (اداریہ)

8 ریال (سعودی) 280 روپے (بڈرہ)

6 درہم (بحرین) 240 ڈالر (امریکی)

2 ڈالر (امریکی) 100 پاؤنڈ

1 پاؤنڈ (ہوائی ڈاک سے)

سالانہ: 50 ریال اور 50 ٹکس (فون)

(سادہ ڈاک سے) 24 ڈالر (امریکی) 692-4366

130 روپے (انٹرویو) 10 پاؤنڈ (رات 10:30 بجے صرف)

اس دائرے میں سرغ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو گیا ہے

انٹرنیٹ (ویب سائٹ) پتہ:

www.urdu-science.com

دنیا کا پہلا اردو ماہنامہ جو انٹرنیٹ پر دستیاب ہے۔

ای میل پتہ: parvaiz@ndf.vsnl.net.in



”پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ”میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں“ انھوں نے عرض کیا ”کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خوریزی کرے گا؟“ آپ کی حمد و ثناء کے ساتھ تسبیح اور آپ کے لیے تقدیس تو ہم کر رہے ہیں۔“ فرمایا ”میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔“ اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر انھیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا ”اگر تمہارا خیال صحیح ہے تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ“ انھوں نے عرض کیا ”نقص ہے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں۔“ پھر اللہ نے آدم سے کہا ”تم انھیں ان چیزوں کے نام بتاؤ۔“ جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتادیے تو اللہ نے فرمایا ”میں نے تم سے کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں، جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں۔“ (البقرہ: 33-30)

منقولہ بالا آیات میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کی حیثیت، اس کا مقام، عمل کی نوعیت، اہمیت و فوقیت نیز عبادت و بندگی کے متعلق وضاحت فرمائی ہے۔ پہلی قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنا نائب یا خلیفہ مقرر فرمایا ہے جس کی رو سے انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دنیا کے نظام کو، جو کہ اللہ تعالیٰ نے حق پر نیز عدل و توازن کے ساتھ قائم فرمایا ہے، عین اس کی مشاء کے مطابق نہ صرف چلنے دے بلکہ اس کا اہتمام بھی کرے کہ یہ عدل و توازن قائم رہے۔ خلیفہ ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ اختیارات بھی عطا کیے ہیں، اس کائنات کی کچھ قوتیں بھی اس کے لیے مسخر کر دی ہیں۔ اسی آیت میں آگے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم کے آگے جھک جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ہی اس کائنات کا نظام چلاتے ہیں۔ ان کا آدم کے آگے جھکنا گویا کہ ان کو اور ان کے ذریعے چلائے جارہے نظام کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر کر دیا۔ جہاں تک اللہ کی مشاء اور مشیت ہو وہاں تک انسان اس زمین کے نظام کو کنٹرول کرنے کا مجوز قرار دیا گیا۔ آدم کی طرف کچھ اختیارات منتقل کرنے پر ہی فرشتوں کو یہ تشویش ہوئی کہ کہیں اختیارات کی یہ منتقلی بد انتظامی نہ پیدا کر دے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس اندیشے کا جس طور جواب دیا ہے وہ دوسرا قابل غور نکتہ ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے علم کا کچھ حصہ عطا کیا، جس کو بطور علامت کچھ اشیاء کے نام کے طور پر بیان فرمایا۔ یہ علم فرشتوں کے پاس نہیں تھا۔ گویا اس علم کی وجہ سے ہی آدم فرشتوں سے برتر ہوا اور جیسی اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق پر فخر کرتے ہوئے فرشتوں کو لاجواب کر دیا۔ آج دنیا میں جتنے علوم ہیں انکی بنیاد ناموں پر ہی ہے، یعنی انسانی عقل کی ساخت اللہ تعالیٰ نے اس طرح تشکیل فرمائی ہے کہ وہ چیزوں کو نام دیتی ہے اور ناموں کی مدد سے ان کو پہچانتی ہے، ان کے خواص دریافت کرتی ہے اور افادیت معلوم کرتی ہے۔ گویا یہی وہ علم ہے جو آدم کو فرشتوں سے برتر کرتا ہے۔ مزید قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اگر ایک طرف اپنے خلیفہ ہونے کے ناطے انسان کو دنیا میں کچھ اختیارات مرحمت فرمائے تو وہیں علم بھی عطا کر دیا تاکہ وہ سمجھ سکے کہ اختیارات کو کیوں استعمال کر کے وہ اس زمین پر عافیت سے رہ سکتا ہے۔ گویا اختیارات علم اور بندگی کے درمیان بھی ایک توازن قائم کر دیا۔

تیسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ جب فرشتوں نے اس خلیفہ کی تخلیق کی بات سنی تو عرض کیا کہ اے اللہ تیری حمد و ثناء اور تسبیح تو ہم کر رہے ہیں۔ یعنی تیری عبادت میں ہم سے کچھ کمی تو ہو نہیں رہی جو تو یہ ایک نئی مخلوق اور وہ بھی خلیفہ کی حیثیت سے بنا رہا ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا کہ ”میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔“ اس آیت سے یہ پتہ لگتا ہے کہ دنیا میں انسان کو سمجھنے کا مقصد محض حمد و ثناء ہی نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اسے یہاں اپنا خلیفہ بنا کر اس سے کچھ اور بھی کام لینا (باقی صفحہ 26 پر)



ڈائجسٹ

اسلام اور ماحول کا تحفظ

مفتی جمیل احمد ندیری

مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام، نوادہ

مبارک پور۔ اعظم گڑھ (یوپی)

اور بنیادی اعتبار سے وہ ہر انسان کے لیے ہے، کوئی اس پر ملکیت کا دعویٰ کر کے دوسرے کو محروم نہیں کر سکتا۔

اسی طرح آگ اور گھاس ہے، چونکہ انسانوں کو ان کی ضرورت بہت ہوتی ہے اسی لیے اللہ نے ان تینوں کو پہ کثرت پیدا بھی کر دیا ہے اور مباح الاصل بنا کر سب کے لیے عام کر دیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں، پانی، گھاس اور آگ میں۔“

دوسری روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے، کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

ترجمہ: ”وہ کون سی چیز ہے جس کا نہ دینا صحیح نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی، نمک اور آگ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ پانی اس کو تو ہم جانتے ہیں، نمک اور آگ کا کیا معاملہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے حمیراء (حضرت عائشہ کا لقب) جو شخص آگ وے گویا اس نے وہ ساری چیزیں صدقہ کر دیں جو اس آگ نے پکائی اور جس نے نمک دیا اس نے وہ ساری چیزیں صدقہ کر دیں جن کو نمک نے اچھا بنایا اور جس شخص نے ایسی جگہ کسی مسلمان کو پانی پلایا جہاں پانی ملتا تھا، گویا اس نے ایک غلام کو آزاد کر دیا اور جس نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی نہیں ملتا تھا، اس نے گویا کسی کو زمرہ کر دیا۔“

پانی کو گندہ اور ناپاک کرنے سے منع کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی ٹھہرے

انسان کے آس پاس کی چیزیں انسان کا ماحول کہلاتی ہیں، یہ آس پاس کی چیزیں گاؤں، گھر، گلی، کوچے، سڑکیں، ندی نالے، کھیت، پہاڑ، جنگلات، باغات، کارخانے اور فیکٹریاں سبھی ہوتے ہیں۔

جس طرح انسان کی اپنی زندگی پاکیزہ اور ہر قسم کی آلودگیوں سے محفوظ ہونی چاہیے، اسی طرح انسان کو اپنے پورے ماحول کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھنا چاہئے۔

انسان اور اس کے ماحول کی پاکیزگی دو طرح کی ہوتی ہے۔ روحانی پاکیزگی، مادی پاکیزگی۔ اسلام کی ساری تعلیمات روحانی پاکیزگی کا مظہر ہیں بلکہ اسلام کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ کائنات کو روحانی پاکیزگی سے معمور کر دے۔ اس طرح اسلام کی روحانی پاکیزگی کے اثرات بہت ہی طویل و عریض اور دور رس ہیں اور ان کی تفصیل بیان کرنا اور بھی مشکل ہے۔ قرآن وحدیث کے بحر تائید اکنار نے شاہد ان حق کے لیے ایک عظیم میدان فراہم کر دیا ہے

یہاں بات کو صرف مادی پاکیزگی تک محدود رکھنا اور بتانا ہے کہ اس میں ماحول کا تحفظ کیسے ہوگا، آلودگی سے حفاظت کیسے ہوگی، اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات و ہدایات کیا ہیں، اور اسلام نے ان کی رعایت کہاں کہاں رکھی ہے۔

پانی کو گندہ نہ کیا جائے

پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور جتنی انسان کی ضرورت ہے، اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اسے وافر مقدار میں پیدا بھی کر دیا ہے اور اسے مباح الاصل بنادیا ہے۔ یعنی اصل



جواب دیا ”ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم لوگ پیشاب و پاخانہ کے بعد صرف ڈھیلے پر استغناء کر کے پانی سے استنجا کرنا پسند کرتے ہیں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: (ترجمہ) تعریف کی یہی بات ہے اسے ضرور کرتے رہنا۔“

لام قرطبی آیت کی تفسیر بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ترجمہ: اللہ تبارک تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو طہارت کو پسند کرتے ہیں اور طہارت پر نظافت کو ترجیح دیتے ہیں۔“

طہارت و نظافت دو چیزیں ہیں، کوئی چیز دیکھنے میں میلے کچھیلی ہے، مگر نجاست نہیں لگی ہے تو اسے طاہر (پاک) کہیں گے لیکن نظیف (صاف ستھری) نہیں کہیں گے۔ نظافت کا درجہ طہارت سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اہل قباء اگر ڈھیلا استعمال کرتے تو بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے لیکن انھوں نے اس سے بڑھ کر نظافت کا طریقہ اختیار کیا جو کہ پانی کے استعمال سے ہوا۔

صالح بن حسان کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب کو فرماتے ہوئے سنا: (ترجمہ:) بیشک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے، پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، ستھرا ہے، ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے۔ سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے۔ پس صاف رکھو (راوی کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ اپنے صحنوں کو

کہا۔ اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ اختیار کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس بات کا ذکر میں نے مہاجر بن سمار سے کیا تو انھوں نے کہا کہ عامر بن سحہ نے اپنے والد سے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں صاف طور پر یہ الفاظ موجود ہیں حظفوا افینتکم (اپنے صحنوں کو صاف کرو)۔“

یہود کا طریقہ تھا کہ وہ کچر اور گوبر وغیرہ اپنے گھروں کے دروازوں پر ڈال دیا کرتے تھے، یعنی گھروں کی صفائی کی لوار کچر اور دلاہ پر ڈال دیا۔ جس سے ہر آنے جانے والے کو کراہیت ہوتی تھی۔ یہودی مشابہت سے بچنا ہی معاملے میں ہے ال

ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو ہر گز پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل کرے۔“

تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ جہنی ہو۔ لوگوں نے (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ) سے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ! پھر کیا کرے؟ فرمایا اسی میں سے علیحدہ نکال کر غسل کرے۔“

حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے: ”رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔“ جب کوئی سو کر اٹھے تو بغیر ہاتھ دھوئے، ہاتھوں کو پانی کے برتن میں نہیں ڈالنا چاہیے اور احتیاطاً تین بار دھونا چاہیے: ”جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو پہلے اپنے ہاتھ کو تین مرتبہ دھونے سے پہلے برتن میں نہ ڈالے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رلت گزاری ہے۔“ (یعنی رلت میں ہاتھ کہاں کہاں لگا ہے)۔

طہارت و نظافت اختیار کی جائے

مسجد قباء اور وہاں کے انصار صحابہؓ کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ واقعی اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز کے لیے کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا کو بلایا اور فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے طہارت کے سلسلے میں تمہاری تعریف کی ہے بتاؤ تم آخر کیا کرتے ہو؟“ انھوں نے جواب دیا ”ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا ”اور بھی کچھ کرتے ہو؟“

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا کو بلایا اور فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے طہارت کے سلسلے میں تمہاری تعریف کی ہے بتاؤ تم آخر کیا کرتے ہو؟“ انھوں نے جواب دیا ”ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا ”اور بھی کچھ کرتے ہو؟“

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا کو بلایا اور فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے طہارت کے سلسلے میں تمہاری تعریف کی ہے بتاؤ تم آخر کیا کرتے ہو؟“ انھوں نے جواب دیا ”ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا ”اور بھی کچھ کرتے ہو؟“

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا کو بلایا اور فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے طہارت کے سلسلے میں تمہاری تعریف کی ہے بتاؤ تم آخر کیا کرتے ہو؟“ انھوں نے جواب دیا ”ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا ”اور بھی کچھ کرتے ہو؟“



خصال فطرت تاخن کٹوانا، بغل کے بال اکھاڑنا،
موسے زیر ناف صاف کرنا ہو تجھیں کتروانا، داڑھی بڑھانا بھی
طہارت و نظافت کے ہی قبیل سے ہے ادا اور طہارت کو نصف
ایمان کہا گیا ہے الطہور شطر الایمان (رشعة اللمعات 180/1)

اجتماعی ماحول کو آلودگی سے بچانا

جو مواقع بہت سے لوگوں کے مجتمع ہونے کے ہوتے
ہیں، ان میں مختلف مزاج کے لوگ ہوتے ہیں، مختلف
مقامات کے مختلف ذہن رکھنے والے، مختلف طبقات سے تعلق
رکھنے والے، مثلاً عیدین اور جمعہ میں اس قسم کا اجتماعی ماحول
ہوتا ہے، لہذا حکم ہے کہ غسل کرو، خوشبو لگاؤ، تمہارے کپڑوں
میں سب سے عمدہ ہو یا پرانا، دھلا اور صاف ستھرا ہو، اسے پہن
کر نماز جمعہ و عیدین میں جاؤ تاکہ ایک دوسرے کے لباس،
پینہ وغیرہ سے کسی کو لذت نہ ہو، خوشی کا ماحول، کبیدگی کا ماحول
نہ بنے۔ اسی حکمت و مصلحت کو اس حدیث کی روشنی میں ملاحظہ
کیجئے۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ عراق کے کچھ لوگ عبد اللہ
بن عباسؓ کے پاس آئے اور کہا ”اے ابن عباسؓ کیا آپ کے
خیال میں جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے؟“ فرمایا نہیں! لیکن
غسل بہت پاک کرنے والا اور بہتر ہے اس کے لیے جو غسل
کرے اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب نہیں۔ میں تمہیں
بتاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا۔ لوگ غریب و محتاج تھے،
اون پہنہتے تھے، اپنی پیٹھوں پر کام کرتے تھے۔ مسجد نبویؐ ٹلگ اور
قریب چھت والی تھی۔ بس وہ ایک چھپر کی مانند تھی، رسول
اللہؐ ایک مرتبہ گرمی کے دن میں نکلے، لوگ اون کی کپڑے
میں پینہ میں تر ہو گئے تھے، ان سے بدبو پھیل اور اس کی وجہ سے
ایک دوسرے کو ایذا پہنچی۔ یہ بدبو حضورؐ نے بھی محسوس کی۔
آپؐ نے فرمایا جب یہ دن آئے تو غسل کرو اور تمہارے پاس جو
اچھی خوشبو یا تیل ہو لگاؤ اور پھر مسجد میں آؤ۔

انسان اگر نظافت اختیار کرتا ہے، اپنا لباس، اپنی وضع
قطع اچھی بناتا ہے، اور شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے
حسن و خوبصورتی اختیار کرتا ہے تو شریعت نے اس کی پوری
آزادی دی ہے۔ کوئی بندش نہیں لگائی۔

ایک صحابی نے عرض کیا کہ آدمی چاہتا ہے کہ اس کا
کپڑا اچھا رہے۔ اس کا جو تا اچھا رہے۔ کیا یہ چیز تکلم میں آئے
گی؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، یہ تو جمال ہے اور بیشک اللہ
خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔“

ایک مرتبہ رسول اللہؐ نے ایک شخص کو دیکھا ہال
بکھرے ہوئے، پرانہ حال، آپؐ نے فرمایا: ترجمہ:
کیا یہ کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس سے اپنے سر کے بالوں کو
سیدھا کر لے۔ ”دوسرے کو دیکھا گندے، میلے کپڑے پہنے ہوئے، اس کے ہارے میں فرمایا: کیا یہ کوئی ایسی چیز نہیں
پاتا جس سے اپنے کپڑوں کو دھو لے۔“

یہود کا طریقہ تھا کہ وہ کچرا اور گوبر، لید
وغیرہ اپنے گھروں کے دروازوں پر ڈال
دیا کرتے تھے، یعنی گھروں کی صفائی کی،
اور کچرا دروازہ پر ڈال دیا۔ جس سے ہر
آنے جانے والے کو کراہیت ہوتی تھی۔

ایک موقع پر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:
ترجمہ: اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمتوں کا اثر اس کے
بندہ پر دکھائی دے۔“

مسواک کا استعمال بھی نظافت ہی میں داخل ہے:
ترجمہ: مسواک، منہ کے لیے پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا
سبب ہے۔“

خوشبو کا استعمال بھی ہے جو کہ تمام انبیاء کرام کی سنت
ہے۔ اور سفید کپڑے بھی: سفید کپڑے پہنو، یہ زیادہ
طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ ہیں۔“



حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اتقوا اللغین (دو سبب لعنت چیزوں سے بچو) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: وہ دونوں سبب لعنت چیزیں کیا ہیں، فرمایا: ”وہ جو لوگوں کے راستے میں پاخانہ کرے یا ان کے سایہ حاصل کرنے کی جگہ میں۔“ تہ دو سری حدیث میں ہے: تین ایسی چیزوں سے بچو جو سبب لعنت ہیں، گھاٹوں، راستوں اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے (کیونکہ ایسی جگہوں پر جو پاخانہ دیکھے گا وہ پاخانہ کرنے والے کو برا بھلا کہے گا۔ محدثین کے مطابق سردیوں میں دھوپ حاصل کرنے کی جگہ گرمیوں کے سایہ کے ہم معنی ہے۔) پانی میں پھونکنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا بسن پیاڑ کھا کر مسجد میں آنے سے روکا گیا ہے۔ جب رات میں سونے کا وقت آئے تو چراغ بجھانے، برتن دھانکنے کا حکم ہے، آگ چولھے وغیرہ میں جلتی نہ چھوڑی جائے، برتن کھلے نہ چھوڑے جائیں ۲۴ راستہ سے تکلیف دہ چیزیں، پتھر،

عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مال دے دیا، اون کی جگہ سوتی اور دوسرے قسم کے کپڑے پہننے لگے، کام سے بھی کفایت کیے گئے۔ مسجد نبویؐ بھی کشادہ کر دی گئی اور وہ چیز (پسینہ) جاتی رہی جو ایذا کا سبب بنتی تھی لہٰذا یہ غسل واجب کے بجائے سنت ہو گیا۔ ﷺ

پبلک مقامات کو آلودگی سے بچانا

ایسی جگہیں جو لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے کی ہوں سر پہننے، تفریح کی ہوں، سردیوں میں دھوپ کھانے، گرمیوں میں سائے اور ہوا خوری کے ہوں، راستے اور سڑکیں ہوں، پانی پینے، کپڑا دھونے یا ندی پار کرنے کے گھاٹ ہوں، ان مقامات کو نجاست سے آلودہ نہیں کرنا چاہئے۔ ایسی جگہوں پر پیشاب و پاخانہ کے لیے بیٹھنا منع ہے۔

OUR PUBLICATIONS FOR ENGLISH MEDIUM SCHOOLS

By SAFIA IQBAL

- | | |
|--|-----------|
| 1. Islamic Primer Beautifully Printed in four colours. | Rs. 40.00 |
| 2. Islamic Studies for Children Part II (A text book in Islamic Studies for Std I) | Rs. 20.00 |
| 3. Islamic Studies for Children Part II (for Std. II) | Rs. 32.00 |
| 4. The Scholar's Etiquette Part III (Islamic Studies) | Rs. 39.00 |
| 5. The Scholar's Etiquette Part IV (Islamic Studies) | Rs. 49.00 |
| 6. Stories of the World Book -I (for Std III) | Rs. 26.00 |
| 7. Stories of the World Book-II (for Std. IV) | Rs. 40.00 |
| A text book in Social Studies | |
| 8. Stories of the World Book-III (for Std V) | Rs. 55.00 |

The books in Social Studies Cover the topics by the NCERT syllabus

Mrkazi Maktaba Islami Publishers

D- 307, Dawat Nagar Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar, New Delhi-110025

Phone : 691 1652



شیشہ، کیلے کا چھٹکا، نجاست و گندگی وغیرہ ہٹادی جائے۔^{۱۵}
کسی جاندار کی غذا کو آلودہ نہ کرنا

۳ اسلام نے حکم دیا ہے کہ کسی بھی جاندار کی غذا کو نجاست سے آلودہ نہ کیا جائے۔ یعنی انسان، کسی جاندار کے نجاست کھانے کا سبب نہ بنے۔ کوئی جانور خود سے نجاست کھاتا ہے، وہ دوسری بات ہوئی۔ لیکن انسان اس کے لیے ذریعہ بنے یہ دوسری بات ہوئی۔ اور اسی سے منع کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب جنوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا تو انھوں نے کہا: اپنی امت کو ہڈی، لید اور کوسکے سے استنجا کرنے سے منع کر دیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارا رزق بنایا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمادیا۔^{۱۶}

شارحین فرماتے ہیں کہ ہڈی اور کونکہ جنات کی غذا ہے اور لید جنات کے جانوروں کی غذا ہے۔^{۱۷}

حواشی:

۱. ابن ماجہ صفحہ ۱۸۵، باب المسلمون شرکاء فی ثلاث
۲. ابن ماجہ ایضاً
۳. بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۷، باب البول فی الماء المثلث
۴. مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۸، باب النبی عن البول فی الماء المثلث
۵. حوالہ مذکور
۶. مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۵، باب کرابیۃ غس الموضی وغیرہ
۷. توبہ ۱۰۸

۸. الجامع للاحكام القرآن للقرطبی صفحات: ۸-۲۵۸-۲۶۰

۹. کتب منکوره ۲۶۱/۸

۱۰. ترمذی ۱۰۷۲/۲، باب ماجاء فی النظافۃ

۱۱. رشفۃ المعات ۵۸۹/۳

۱۲. مشکوٰۃ المصابیح ۳۳۳۲، باب الغضب وفسوحوالہ مسلم

۱۳. مشکوٰۃ المصابیح ۳۳۵۲، کتاب اللباس بحوالہ نسائی

۱۴. ترمذی ۱۰۸۲، باب ماجاء ان اللہ یحب ان یری لفرتمہ

۱۵. ابن ماجہ صفحہ ۲۵، کتاب النسوک

۱۶. مشکوٰۃ المصابیح ۴۴۱، عن ابی ایوب بحوالہ ترمذی حدیث ربع من

سنن العرسلین الخ

۱۷. ترمذی ۱۹۳/۱، باب ماجاء ما یستحب من الاکفان و

مشکوٰۃ المصابیح ۳۷۴/۱

۱۸. مسلم ۱۲۸۱، باب خصال الفطرۃ، ابن ماجہ صفحہ ۲۵، کتاب الفطرۃ

۱۹. ابوداؤد ۵۱۱۱، کتاب رخصتی ترک ولفس یوم الجمعہ

ابوداؤد ۵۱۱۱، کتاب الواضع القی فی عن البول فیما

۲۱. حوالہ مذکورہ

۲۲. ابوداؤد ۵۲۴۲، فی الفسخ فی الشراب

۲۳. مسلم ۲۰۹۱، باب نبی من کل توأما یصلأ

۲۴. مشکوٰۃ المصابیح ۳۷۲۲، باب صلاۃ الاورنی وغیرہ

۲۵. مسلم ۴۷۱، باب بیان من و شعب الايمان

۲۶. ابوداؤد ۵۱۱۱، باب ما یذنی ان یشتجی بہ

۲۷. مرقاۃ المفاتیح ۳۶۸/۱، رشفۃ المعات ۲۱۰/۱

سائنس پڑھئے۔ آگے بڑھئے

نقلی دواؤں سے ہوشیار رہیں

قابل اعتبار اور معیاری دواؤں کے تھوک و خردہ فروش

ماڈل میڈیکس ۱۴۴۳ بازار چٹلی قبر۔ دہلی۔ ۱۱۰۰۰

فون: 3263107-3270801





اسلام اور ماحولیات

عبد الغنی شیخ۔ لیہ۔ لڈاخ

یہ مقالہ لڈاخ کی ایک معروف غیر سرکاری تنظیم ”لڈاخ اکالوجیکل ڈیولپمنٹ گروپ“ کی طرف سے لیہ میں منعقدہ ایک سمینار میں حسب فرمائش لڈاخ زبان میں پیش کیا گیا تھا۔

سارے مقامات پر جنت کو باغات کہا گیا ہے۔

ایک حدیث خدا کی جمالیاتی ذات پاک کو اجاگر کرتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: ”خدا حسین ہے اور حسن کو پسند کرتا ہے۔“ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک قبر کا اندرونی حصہ ٹھیک طرح ہموار نہیں بنایا گیا ہے آپ ﷺ نے اسے ٹھیک بنانے کے لیے کہا اور فرمایا: ”اگرچہ اس سے مردے کو فائدہ پہنچے گا اور نہ نقصان، لیکن زندوں کی آنکھوں کو بھانے گا۔ جو کوئی کچھ بھی کرنے خدا اچھا ہوتا ہے کہ وہ اسے ٹھیک طرح کرے۔“ حضور ﷺ نے ہر چیز کو خوبصورتی سے بنانے کی ہدایت دی ہے۔ اسلامی فن تعمیر، خطاطی وغیرہ اسی تعلیم کی دین ہیں۔

اسلام کہتا ہے کہ اپنے نیک اعمال
سے اس دنیا کو خوبصورت
بنائو جس میں ہم رہتے ہیں

خدا نے ہماری زمین بنائی اور انسان نے اپنی عقل اور محنت سے اس زمین کو آباد کیا۔ قرآن میں علوم حیوانات، نباتات، جمادات، حیاتیات وغیرہ کا جائزہ کرے۔ ”خلق لکم ما فی الارض جمیعاً“ (خدا نے زمین خلق کے لیے بنائی ہے) اسی قبیل کی آیات کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے ”زمین کے پوشیدہ خزانوں میں اپنا رزق تلاش کرو، خدا نے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو تمہارے قابو میں کر دیا ہے۔“ قرآن کہتا ہے:

ترجمہ: اللہ ہی تو ہے جس نے سمندر کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کے فضل سے

اسلام میں ماحولیات کا ایک جامع تصور ملتا ہے اسلام نہ صرف ماحولیات کی افادیت کو سمجھنے کے لیے رہبری کرتا ہے بلکہ ماحولیات کے تحفظ اور توازن کو قائم اور برقرار رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔

قرآن مجید کی 8888 آیات میں 758 آیات کریمہ مظاہر قدرت سے متعلق ہیں۔ ان میں ماحولیاتی اہمیت کو ابھارا گیا ہے اور انسان کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ قدرت کی نشانیوں کو دیکھے۔ ان پر غور کرے اور ان سے

استفادہ حاصل کرے۔
زمین پر چل پھر کر دیکھو (عنکبوت)
زمین و آسمان میں نظر دوڑاؤ (یونس)
زمین، آسمان کی تخلیق پر غور کرو (اعراف)

اسلام نے دین، دنیا اور آخرت کا فلسفہ پیش کیا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ اپنے نیک اعمال سے اس دنیا کو خوبصورت بناؤ۔ جس میں ہم رہتے ہیں۔ اچھے انسانوں کے لیے دوسری دنیا میں بھی جنت ہے۔ قرآن میں جنت کا جو تصور پیش کیا گیا ہے وہ دلکش اور خوبصورت باغات کا مجموعہ ہے جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، چشمتے پھوٹتے ہیں اور ہر قسم کے لذیذ میوے آگتے ہیں۔

جنت کا تذکرہ پڑھ کر ایک متوازن اور مثالی ایکولوجیکل دنیا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں بہت



(محاش) سلاش کرو اور شکر گزار بنو۔ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔ مقرر کرنے والوں کے لیے اس میں نشانیں ہیں۔ (الہامیہ: 12-13)

تو جمعہ اللہ یعنی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے (ابراہیم: 32)

قرآن مجید کی سولہویں سورہ کی دسویں اور گیارہویں آیات میں ہے: ”وہی (خدا) پانی کو آسمان سے اتارتا ہے جو تمہارے پینے کے لیے ہے اور اسی سے درخت لگتے ہیں۔ جن میں آزادی سے اپنے مویشی چراتے ہیں۔ اس سے تمہارے لیے کھیتی، زیتون، کھجوریں، انگور اور ہر قسم کے میوے لگتے ہیں۔“ سورۃ النحل کی بائیسویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: اور ہم نے رس بھری ہوائیں چلائیں اور آسمان سے پانی اتار پھر تمہیں سیراب کر دیا۔“

سورۃ طہ کی آیات (53-54) میں فرمایا: ”اس نے مختلف قسموں کے پودوں کے جوڑے لگا دیے۔ خود کھاؤ اور اپنے جانوروں کو چراؤ۔ ان میں عش والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔“ سورۃ الانعام کی آیت 99 میں ہے: ”ہم پانی سے ہر قسم کی اگنے والی چیزیں پیدا کرتے ہیں۔ پھر اس سے ہریالی، دروانوں بھرے خوشے نکالتے ہیں۔“

قرآن مجید میں چھپا ہونے پر ندوں، شہد کی مکھیوں اور مکڑیوں جیسی مخلوقات کا تذکرہ ہے۔ ایکو سسٹم (Eco-system) سے متعلق قرآن پاک میں ایک واضح آیت ہے: ”آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔ اس کا تقاضہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔ (رحمن: 7-8)“ زمین کو ہم نے پھیلا دیا۔ اس میں پہاڑ مضبوط جمادینے۔ ہر طرح کی چیزیں مناسب انداز میں لگائیں..... ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں جن کو ہم مناسب مقدار میں اتارتے رہتے ہیں۔“ (النحل: 19-21)

پہلی آیت کایوں بھی ترجمہ ہوا ہے: ”اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اسے خاص انداز پر رکھا۔“ نو مسلم فرامیسی مارلیس بکاسیلے نے اپنی کتاب ”قرآن، بائبل اور

سائنس“ میں اس قرآنی نظریہ تواریخ کی افادیت کو ابھرا ہے۔ گیارہویں صدی کے مسلم سائنس دان حمد بن محمد علی مسکویہ لکھتا ہے: ”تمام قومی نہایت اعتدال اور صحت کے ساتھ ایک دوسرے سے مربوط اور منظم ہیں۔“

اسلام نے کھیتی باڑی اور شجر کاری کی ترغیب دی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے ”کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ اگر اس نے کھیتی باڑی کی ہو، درخت لگائے ہوں اور پھر اس کھیتی یا درخت سے پرندے، آدمی یا جانور خوراک حاصل کریں تو یہ اس کے حق میں صدقہ شمار نہ ہو (بخاری)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”جس کے پاس کوئی زمین ہے، وہ خود زراعت نہ کر سکے تو اپنے بھائی کو دیدے۔“

جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبوا“ یعنی تم اس وقت تک اچھائی نہیں پاسکتے جب تک اپنی سب سے پیاری چیز خرچ نہ کرو، تو انصاری اور صحابہ کرامؓ کے لیے یہ ایک ہم چیلنج تھا۔ ان دنوں مدینہ میں ایک صحابی حضرت ابو طلحہ سب سے زیادہ کھجور کے باغات کے مالک تھے۔ ان کے ایک باغ کا نام ہیر تھا، جو ان کو سب سے پیارا تھا۔ حضور ﷺ اس باغ میں تشریف لایا کرتے تھے اور یہاں کا تازہ پانی نوش فرماتے تھے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابو طلحہ حضور کے پاس آئے اور ان سے عرض کیا ”میری سب سے پسندیدہ ملکیت باغ ہیر جا ہے۔ میں اس کو خدا کی راہ میں نذر کرتا ہوں۔“ حضور نے فرمایا کہ مناسب یہ ہو گا کہ اس باغ کو وہ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کریں۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہ نے اپنے رشتہ داروں میں باغ کو تقسیم کیا۔

اسلام نے کھیتی باڑی اور باغبانی کے لیے ایک لائحہ عمل بتایا ہے۔ حدیث ہے: ”میوے کے درخت پر جب تک میوہ نہ اگے اور آفات سے محفوظ نہ رہے، تب تک مالک باغ کو اس کے فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔“

اسلامی تعلیمات کا اثر تھا کہ مسلمانوں نے صدیوں پہلے ماحولیات کی افادیت کو سمجھ لیا تھا۔ گیارہویں صدی میں بغداد



کی ضرورت ہوتی ہے۔ انھوں نے پودوں کی نشوونما کے لیے خوشگوار موسم، عمدہ زمین، صاف پانی، ہوا اور روشنی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

مغرب میں ماحولیات کی بھانور تحفظ کے لیے آج زور دار تحریکیں چل رہی ہیں اور سیاسی سطح پر گرین پارٹی جو میں آئی ہے۔ جو اس ضمن میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ لیکن چند دہائیاں پہلے مغرب ماحولیات کی افادیت سے نا آشنا تھا۔ وہاں بے تحاشہ قدرتی وسائل اور ماحولیاتی دولت کو مٹایا جاتا تھا، جنگلات کا صفایا کر کے کارخانے لگتا اور بلند دھارا عمارتیں تعمیر کر ترقی کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

ماحولیات پر ایک کانفرنس میں گرین الائنس کی چیز میں ایگزٹو سڈنی نے، جو انگلینڈ سے تعلق رکھتی ہیں، کہا تھا ”انگلینڈ میں صدیوں سے لوگوں میں دو عقائد تھے۔ اول زمین خود بخود صاف ہو جاتی ہے، دوسرا میں جو چیزیں پسینگی جائیں اس کا بہت پانی صاف و شفاف رہتا ہے۔ جنگلات کا صفایا ہو تو ان کی جگہ نئے چیز آگ آتے ہیں۔ جنگلی جانوروں کا شکار کیا جائے تو نسل معدوم نہیں ہوتی بلکہ ان کی جگہ دوبارہ جانور پیدا ہوتے ہیں۔ دوسرا نظریہ یہ تھا۔ (وسائل سے) چیزیں بنانا ہر حالت میں نفع بخش ہے۔ اس طرح لوگ اپنے ماحول اور پڑوسیوں کے مسائل سے بیگانہ ہو گئے تھے۔“

یہ صورت حال کم و بیش یورپ کے تمام ملکوں میں تھی۔ جرمنی میں صنعتی ترقی کے نام پر جنگلات کو بڑا نقصان پہنچایا گیا۔ موجودہ صدی کے 70 کے دہے میں یورپ کو ماحولیات کی اہمیت اور اس کی حفاظت کا احساس ہوا۔ حساس افراد کی ایک جماعت ابھری جو بعد میں گرین پارٹی کے نام سے مشہور ہوئی۔ آج کل شجر کاری، وسائل کے تحفظ اور صفائی کی طرف صنعتی اور مغربی ممالک غیر معمولی توجہ دے رہے ہیں۔

اسلام میں سبز رنگ اہم ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ سبز رنگ کو بہت پسند فرماتے تھے۔ حدیث ہے: ”جاری پانی اور سبز چیز کو دیکھنے سے نگاہ تیز ہوتی ہے۔“ دوسری حدیث ہے: ”سبز چیزوں سے مراد ترکاریاں ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو پھل اور سبزیاں

کے ایک سائنس دان ابو البرکات بغدادی نے ماحولیات پر ایک کتب لکھی۔ جس میں انھوں نے کثافت پر بحث کی ہے۔ وہ جغرافیہ کا پہلا محقق تھا۔

دسویں صدی میں عرب سائنس دان ابو نصر محمد بن فارابی نے ماحولیات سے متعلق اپنے خیالات پیش کیے ہیں، وہ لکھتا ہے: ”شہر ایک جسم ہے اور محلے اس کے اعضاء ہیں، لوگوں پر آب و ہوا کا اثر پڑتا ہے۔“

جنت کا تذکرہ بڑھ کر ایک متوازن اور مثالی ایکو لوجیکل دنیا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے چنانچہ قرآن میں بہت سارے مقامات پر جنت کو باغات کہا گیا ہے

فارابی کے ہم عصر شہرہ آفاق طبیب اور سائنس دان ابو بکر محمد زکریا رازی، جنھیں بوعلی سینا کی طرح علم طب کا امام کہا جاتا ہے، اکالوجی اور آلودگی کے نقصانات کا گہرا شعور رکھتے تھے، ایک شہر میں اسپتال کی تعمیر کے لیے انھوں نے جگہ کی انتخاب میں جدت سے کام لیا۔ رازی نے حکم دیا کہ گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے شہر کے مختلف مقامات اور محلوں میں مناسب جگہوں پر ٹکا دیے جائیں اور ہر روز صبح کے وقت ان ٹکڑوں کا معائنہ کیا جائے اور ان کی باقاعدہ رپورٹ مرتب کی جائے۔ طبیبوں کی ایک جماعت ہر جگہ جا کر گوشت کے ان ٹکڑوں کا معائنہ کرنے لگی اور رنگ و بو، ذائقہ اور دیگر تبدیلیوں کی جانچ پڑتال کر کے نتیجہ نوٹ کرنے لگی۔ تیسرے روز ان ٹکڑوں کی باقاعدہ جانچ ہوئی اور رپورٹ مرتب کی گئی۔ جس جگہ گوشت اپنی اصلی حالت میں رہا، رازی نے وہاں اسپتال قائم کیا۔

جدید سائنس کہتی ہے کہ زندگی کا آغاز پودے سے ہوا احمد بن محمد علی مسکویہ نے گیارھویں صدی میں یہ نظریہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے: ”زندگی پہلے پھل نباتات کی شکل میں نمودار ہوئی۔ نباتات میں حرکت پائی جاتی ہے اور ان کو کھانے



بڑی مرغوب تھیں انھوں نے انگور، لٹار اور انجیر کی تفریق کی ہے۔ وہ کھیرا، لکڑی اور خربوزہ کے ساتھ کھجور ملا کر کھاتے تھے۔ سبز رنگ کی مناسبت سے اسلام میں قوی پرچم، علم وغیرہ عموماً سبز رنگ کا ہوتا ہے۔

ماحولیات کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ سماجی اور ماحولیاتی توازن کو نقصان پہنچائے بغیر زندگی کے معیار کو بلند کیا جائے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ قدرتی وسائل کا بے جا استعمال نہ ہو۔ حتیٰ کہ ندی نالے اور دریا کے پانی کے استعمال میں بھی کفایت برتنے کی ہدایت دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”ضرورت سے زیادہ گھاس اور پانی کا استعمال نہ کیا جائے۔“

زمانہ حال میں ماحولیات سے متعلق اسلامی نظریہ کو ایک جرمن ماہر اقتصادیات اور صحافی شو میشر (E.F Schumacher) نے اپنی کتاب ”Small is beautiful“ میں پیش کیا ہے۔ وہ رقم طراز ہے: ”ہمیں نہ صرف اپنے ہم جنس انسانوں سے بلکہ فطرت سے امن سے رہنا سیکھنا چاہیے۔“

ماحولیات کی حفاظت کے لیے منصوبہ بندی ضروری ہے۔ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے بغداد کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ انھوں نے انجینئروں کی ایک جماعت مقرر کی۔ ان انجینئروں میں نو بخت (776) اور فضل بن بخت (816ء) باپ بیٹے دو انجینئر تھے۔ ان کو شہری آبادی کی پلاننگ میں بڑی مہارت حاصل تھی۔

بارہویں صدی میں ایک انجینئر ابن الہیثم نے مصر میں اسوان بندھ کی تعمیر کا منصوبہ بنایا لیکن فذکم ہونے کی وجہ سے اس بڑے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا نہیں جاسکا۔ اور مصری حکومت کو بیسویں صدی تک آٹھ سو سال کا انتظار کرنا پڑا۔

زمانہ وسطیٰ میں مسلم سلاطین نے راستوں پر دورویہ درخت لگوائے اور پیسے مسافروں کی سہولت کے لیے مختلف مقامات پر کنویں کھدوائے ہیں۔ اسلام نے صفائی پر بڑا زور دیا ہے۔ جرمن ماہر مستشرقیات اکیم کی بولف نے قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے ”قرآن نے صفائی، طہارت اور پاکیزگی کی جو تعلیم دی ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو بیماریوں کے سارے جراثیم ہلاک ہو جائیں۔“ حدیث میں صفائی کو آدھا ایمان بتلایا گیا

ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کیا جائے اور ہفتہ وار ناخن ضرور تراشوائے جائیں۔

جانوروں کے حقوق سے متعلق اسلام نے واضح ہدایات دی ہیں۔ کسی جانور کو بلاوجہ نہ ستائیں۔ محض دل بہلانے کے لیے کسی جانور کو نہ ماریں۔ جس جانور سے کوئی فائدہ نہ ہو اس کو قید نہ کریں، اور جن جانوروں کو اپنے ذاتی فائدے کے لیے رکھا جائے ان کے کھانے پینے، راحت و آرام اور علاج معالجہ کا پورا خیال رکھیں۔ سواری کے قابل اور بار بردار جانوروں پر اس کی طاقت سے زیادہ سامان نہ لادیں۔

ان تعلیمات کا اثر تھا کہ مسلمانوں نے صدیوں پہلے ماحولیات کی افادیت کو سمجھ لیا تھا۔ گیارہویں صدی میں بغداد کے ایک سائنسدان ابوالبرکات بغدادی نے ماحولیات پر ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے کثافت پر بحث کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک بد چلن عورت کی بیعت اس بناء پر ہوگی کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا۔ ایک دوسری مذہبی عورت کو انھوں نے جہنمی قرار دیا، جس نے ایک بلی کو بغیر کھائے پلائے باندھے رکھا۔ جس کی وجہ سے وہ مر گئی۔

آج ماحولیات اور کثافت کا مسئلہ بنی نوع انسان کے لیے بڑا سنگین بنا ہوا ہے۔ خاص طور پر جدید ٹیکنالوجی سے ماحولیات کو بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس کا اثر نہ صرف خشکی پر بلکہ سمندروں پر بھی پڑ رہا ہے۔ چند سال پہلے ہوئے ایک سروے کے مطابق موجودہ صدی کے پچاس سال کے دوران



کھجلی ایک دہائی کے دوران ہماری اس دھرتی پر

تیس کروڑ ایکڑ رقبے میں پھیلے جنگلات کا صفایا ہوا ہے۔ کونکے، تیل اور گییس کے استعمال سے تین سو ارب ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج ہوئی ہے۔ اور فضا میں بھاری کثافت اور آلودگی پیدا ہوئی ہے۔ اسی دوران جنگلی جانوروں اور پتھر پودوں کو سخت نقصان پہنچا ہے۔

ایسے میں اسلام ماحولیات کے تحفظ کے لیے اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ ”جو اپنے لیے چاہتے ہو وہ دوسروں کے لیے بھی چاہو۔“ حدیث ہے ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کی ذات سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچے۔ رحم، عدل، اعتدال، امن اور انصاف اسلامی تعلیمات کی اہم خصوصیات ہیں۔ جن کا قرآن مجید میں جابجا ذکر ہے۔

مذکورہ حقائق کی روشنی میں ایک مسلمان اور انسان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ خود صاف ستھرا ہی نہ رہے بلکہ اپنے ماحول کو بھی صاف ستھرا رکھے۔ قدرتی وسائل کا بے جا استعمال نہ کرے۔ ندی نالے اور دریا کا پانی گندنا نہ کرے۔ پتھر پودے لگائے۔ جانوروں سے اچھا برتاؤ کرے۔ اپنے ہمسایوں اور معاشرے کا خیال رکھے۔ اور اسراف سے باز رہے۔ اس طرح ہماری یہ دنیا بھی خوبصورت بن سکتی ہے۔

بقیہ : ایک خط سماج کے نام

موجود رہیں اور بچوں کو محبت، درگزر اور حکمت عملی سے اسلام کے راستے پر لے آئیں۔

والدین خود ایمان داری، حسن عمل، محنت، جائز کمائی، پاک، سادگی اور عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کریں اور بچوں کو اس پر عمل کی ترغیب دیں۔ اور یہ دعا بھی کرتے جائیں: (ترجمہ) اے ہمارے رب، ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی خنڈ نہ دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا نام نہا۔“

خط طویل ہو تا جا رہا ہے لہذا اب اجازت چاہوں گا۔
والسلام آپ کا بھائی
عبد المعز شمس

آبی جانداروں کی تعداد میں 40% کمی ہوئی ہے اور ایک ہزار سے زائد آبی جانوروں کی قسمیں معدوم ہو گئی ہیں۔

آج ہر سال دنیا میں سیکڑوں نئی کیمیائی اشیاء کا اضافہ ہوتا ہے، جن سے ماحولیات، انسانی صحت اور زندگی کو

سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ انسان تو انسان، ان کا اثر پختہ عمارتوں پر پڑ رہا ہے۔ مقررہ کے تیل کے کارخانے سے تاج محل کا سنگ مرمر، کینسر کا شکار ہو رہا ہے۔ یونان کی راجدھانی اتھنز میں پرتھے نس تقریباً دو ہزار سال صحیح و سلامت رہنے کے بعد پچھلے ساٹھ ستر سالوں میں آلودگی سے متزلزل پذیر ہے۔

فیکٹریوں اور گاڑیوں کے دھوئیں سے ماحول بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ ہماری راجدھانی دہلی کی مثال لیجئے۔ یہاں ہر ماہ دس ہزار گاڑیوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق اس صدی کے اختتام تک دہلی میں گاڑیوں کی تعداد اڑتیس (38) لاکھ تک پہنچے گی۔

ترقی پذیر ملکوں میں کھیتی باڑی میں کیمیائی کھاد استعمال ہوتی ہے۔ حالیہ تحقیقات کے مطابق کیمیائی کھاد سے پیدا شدہ جراثیم صحت کے لیے مضر پایا گیا ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں کیمیائی کھاد کے استعمال میں بڑی کمی واقع ہوئی ہے۔

جدہ (مسعودی عرب) میں ”سائنس“ کے تقسیم کار

مکتبہ رضا

نزد پاکستان ایٹمی اسکول آف انجینئر۔ جدہ

جنوبی کشمیر میں ”سائنس“ کے سول انجینئر

عبداللہ نیوز ایجنسی

فرسٹ برج، سرسبز ٹرک 190001 کشمیر۔ فون نمبر: 72621



ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

عدم توازن

گزشتہ سال 10-7 مئی کے درمیان امریکہ کی مشہور ہارورڈ یونیورسٹی میں ”اسدم اور ایکولوجی“ کے موضوع پر ایک بین الاقوامی سمینار منعقد ہوا تھا جس میں راقم الحروف نے شرکت کی تھی اور ایک مقالہ پڑھا تھا زیر نظر مضمون اسی مقالے کی بنیاد پر لکھا گیا ہے۔ مذکورہ سمینار میں شرکت کے واسطے راقم کو ہارورڈ یونیورسٹی نے مدعو کیا تھا نیز سفر اور قیام کی ذمہ داری اٹھائی تھی جس کے لیے احقر یونیورسٹی کا شکر گزار ہے۔

ہیں اور آکسیجن خارج کرتے ہیں۔ جانور ہوا سے آکسیجن گیس جذب کرتے ہیں اور اس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس خارج کرتے ہیں۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ جانوروں کے لیے زہر ہے جبکہ ہرے پودے اسی کی مدد سے اپنی غذا یعنی شکر تیار کرتے ہیں۔ آکسیجن جانوروں کے لیے ”گیس حیات“ ہے کہ اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ سبحان اللہ کیا توازن ہے۔ ان گیسوں کی بنیاد پر بھی اگر دیکھیں تو اس زمین پر ہزار پودوں اور جانوروں کے بیچ ایک توازن ہے۔ اگر جانور زیادہ ہو جائیں گے تو وہ ہوا میں سے زیادہ آکسیجن جذب کر لیں گے اور ساتھ ہی زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس خارج کر کے ہوا کو بوجھل، آلودہ اور زہریلا بنادیں گے۔ ان جانوروں میں جو ہزار خور ہوں گے ان کی تعداد میں اضافہ ہو گا تو وہ مزید ہریں گی کو کم کریں گے کیونکہ یہی ان کی خوراک ہے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ توازن بگڑے گا۔ اسی طرح اگر ہزار زیادہ ہو جائے تو اسے زندہ رہنے کے لیے زیادہ مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس چاہیے ہو گی جو کہ کم جانور پیدا نہیں کر پائیں گے۔ ساتھ ہی ہوا میں آکسیجن کی مقدار بڑھ جائے گی جو کہ ہرے پودوں کے فوٹو سنتھیسس (Photo Synthesis) کے عمل کو مست کرنے کی صفت رکھتی ہے۔ گویا یوں بھی توازن ضروری ہے۔

اسی طرح ایندھن اور توانائی کے استعمال میں توازن کی

اللہ رب العزت نے اس کائنات میں ہر چیز کو اپنی جگہ پر قرار دیا اور ہر شے کو اپنا توازن کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ اس حقیقت کا بیان بے حد خوبصورت انداز میں قرآن مجید میں یوں ہے:

ترجمہ: ”اپنے رب کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا۔“ (الاعلیٰ: 1-2)

”ہم نے زمین کو پھیلایا۔ اس میں پہاڑ بنائے۔ اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک اپنی جگہ پر قرار دی۔“ (الحجر: 19)

”کوئی چیز ایسی نہیں، جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں، ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔“ (الحجر: 20)

یہ حقیقت اگرچہ چودہ سو برسوں سے قرآن مجید میں پوشیدہ ہے تاہم کائنات کی بیشتر چیزوں کے درمیان توازن کا احساس ہمیں اس وقت پیدا ہوا۔ جب مغرب کے ہاتھوں تازہ (یا جدید) سائنس وجود میں آئی اور اس میں کچھ اہم عناصر کے مابین تعلق اور توازن کا ذکر آیا۔ آج جب بچے اسکول میں بیٹے پودوں اور جانوروں کے بارے میں پڑھتے ہیں تو انھیں یہ بتایا جاتا ہے کہ ہرے پودے اور جانور، دونوں ہی اپنے اپنے حوالے سے یکساں جذب بھی کرتے ہیں اور خارج بھی کرتے ہیں۔ ہرے پودے دن میں ہوا میں سے کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے



اجزاء کا بے تحاشہ استحصال کیا تھا اور کر رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ان اجزاء کے درمیان توازن بگڑ گیا۔ ہم آلودگی اور کثافت جیسے

مسائل سے دوچار ہو گئے۔ اس عدم توازن کا احساس بھی ہمیں لگ بھگ دو سو سال بعد ہوا۔ صنعتی انقلاب کی آمد کے شادیانے بجانے کے بعد جب ہم ہوش میں آئے تو سانس ٹھٹ رہی تھی اب ہماری توجہ کسی حد تک اس جانب ہوئی ہے کہ اس توازن کو مزید نہ بگاڑیں نیز اسے سدھارنے کے لئے کم از کم اتنے اقدامات تو کر لیں جن سے ہماری مادی آسائشوں اور سیاسی فیصلوں پر آنجنہ آئے۔ تاہم تشویشناک بات یہ ہے کہ ایک طرف تو ہمارے مغربی ائمہ سائنس اس توازن کو سنبھالنے کی کوشش کر رہے ہیں تو دوسری طرف وہ بالکل ایک نئے انداز کا عدم توازن اور عدم استحکام پیدا کرنے کی شروعات کر رہے ہیں میرا اشارہ آج کی ان جدید ٹکنیکوں کی طرف ہے جن کی مدد سے نئی نئی اقسام کے جاندار پیدا کیے جا سکیں گے۔ ان ٹکنیکوں کو جینی ٹکنالوجی، جینی انجینئرنگ، کلوننگ جیسے ناموں سے جانا جاتا ہے۔ یہ نام اب کچھ اجنبی نہیں رہے۔ ”ڈولی“ نام کی بھیڑ سے تو لگ بھگ پوری دنیا ہی واقف ہے۔ ان ٹکنیکوں کے بارے میں خود اس ماہنامے میں اور دیگر مقامات پر بھی بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے۔ تفصیل میں جانے بغیر مختصر اُن کے بارے میں لکھنا ضروری ہے تاکہ موضوع کے ساتھ انصاف کیا جاسکے۔

ہر جاندار چاہے وہ میڑ پودا ہو یا جانور، چھوٹا ہو یا بڑا، زندگی کی بنیادی اکائی سے بنتا ہے جس کو خلیہ یا سیل (Cell) کہتے ہیں۔ یہ اپنے آپ میں ایک مکمل دنیا ہوتی ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ دنیا میں شاید زندگی وجود میں اسی ایف سیل کی شکل میں آئی ہوگی۔ اس سیل کے مرکز میں ایک سینہ نما شے ہوتی ہے جسے مرکزہ یا نیوکلئیس (Nucleus) کہتے ہیں، اس کے اندر باریک باریک دھانچے جیسے اجسام ہوتے ہیں جن کو کروموزوم (Chromosome) کہا جاتا ہے۔ انہی کے اندر وہ جینی مادہ ہوتا ہے جس کی مدد سے عادات و طوار، ورثہ ایک نسل سے دوسری نسل میں جاتی ہے اس کیسائی ماڈل (D.N.A) کہتے ہیں۔ ہر جاندار کے جسم میں کروموزوموں کی تعداد، بناوٹ و رکیسائی ترکیب الگ الگ ہوتی

ضرورت ہے۔ جب بھی کوئی چیز جلتی ہے چاہے وہ لکڑی ہو، کوئلہ ہو، پیٹروں ہو یا گیس، اسے جلتے کے لیے آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے اور جلتے پر وہ ہوا میں کلر بن ڈائی آکسائیڈ اور دیگر گیسیں خارج کرتی ہے۔ گویا جلتے کا یہ عمل گیسوں کے تبادلے کے معنی میں جانوروں کے سانس لینے کے عمل جیسا ہی ہے کہ دونوں میں آکسیجن استعمال ہوتی ہے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتی ہے۔ اس کاربن ڈائی آکسائیڈ کو ہوا میں سے ختم کرنے کے لیے ہرے پودے چائیس اور جلتے کے لیے آکسیجن مہیا کرنے کے واسطے بھی ہرے پودے چائیس۔ لہذا ایندھن کے استعمال اور سبزے کے درمیان جو توازن ہے اسے مد نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور اس سے باہر کائنات میں پھیلے قدرت کے دیگر مظاہر میں بھی۔

آج ماحول میں کثافت اور آلودگی کا جو ذکر ہے اس کی بنیادی وجہ عدم توازن ہے۔ ہوا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کی جتنی مقدار بیڑ پودے جذب کر کے صاف کر سکتے تھے اس سے کہیں زیادہ مقدار ہم ہوا میں خارج کر رہے ہیں۔ اپنے کارخانوں سے مونر گاڑیوں سے پانی جتنی غلاظت اور فضلہ کو صاف کر سکتا تھا ہم اس سے زیادہ مقدار میں اور زیادہ خطرناک قسم کا فضلہ پانی میں خارج کر رہے ہیں۔ نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے۔ ماحولیاتی توازن بگڑ چکا ہے۔ جانداروں کی صحت تو خطرے میں ہے ہی، وجود بھی خطرے میں پڑ رہا ہے۔

سائنسی یا ماحولیاتی نقطہ نظر سے ہمارے ماحول کے دو اہم اجزاء ہیں۔ بے جان اور جاندار۔ بے جان اجزاء جیسے گیس، مٹی، پانی، معدنیات، ہوا، درجہ حرارت وغیرہ اور جاندار اجزاء میں وہ کبھی چھوٹے بڑے جاندار آجاتے ہیں جو سمندر کی تہ سے لے کر دور آسمان کی اونچائیوں تک، مٹی میں چھپے ختمے کیڑے مکوڑوں اور دیگر جانداروں سے لے کر ہوا میں موجود جراثیموں تک اس زمین کی فضا میں آباد ہیں۔ اب تک ہمارے سائنس دانوں نے ماحول کے بے جان اجزاء کے ساتھ ہی کھوڑا کیا تھا۔ ترقی کے نام پر اور ترقی کی ضرورت کے واسطے ان



ہے۔ مثلاً انسان کے جسم کے ہر سیل میں 46 کروموزوم
23 جوڑوں کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ ہر انسان میں
46 کروموزوم ہوتے ہیں لیکن ہر ایک انسان میں ان
کروموزوموں کی کیمیائی ساخت یا یوں کہئے کہ جینی مادے کی
ترتیب و ترتیب الگ الگ ہوتی ہے اسی لیے ہر ایک انسان ایک
دوسرے سے الگ اور پیکتا ہوتا ہے۔

سیل اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صفائی کا ایک بہترین نمونہ
ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اب تک نہ جانے کتنے
غیر مسلم اسی ایک سیل کی کارکردگی سے اللہ کی عظمت کے
قائل ہوئے اور مسلمین میں شامل ہو گئے۔ اس سیل میں
پائے جانے والے کروموزوموں یا ان کے اندر کے ڈی
این اے مادے میں تبدیلی کر کے جاندار کے وجود یا خواص
میں تبدیلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ مجموعی طور پر ایسی تمام
تکنیکوں کو ”جینی انجینئرنگ“ کا نام دیا گیا ہے جن کی مدد
سے جینی مادے میں انجینئرنگ کی جائے۔ اسی طرح اگر کسی
ایک جاندار کے جینی مادے بالکل اس کا ہم شکل یا ہمزاد
تیار کیا جائے تو اسے ”کلوننگ“ کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں
تکنیکیں اب باقاعدہ استعمال ہو رہی ہیں اور انکی مدد سے نئی
اقسام کے جاندار تیار کئے جا رہے ہیں۔

بدقسمتی سے اس کام اور اس تحقیق کی شرعات یہ سوچے
بغیر کی گئی ہے کہ اس دنیا میں مختلف جانداروں کے درمیان بھی
ایک ایسا ہی توازن پایا جاتا ہے جیسا کہ اس دنیا میں موجود بے
جان اجزاء کے درمیان پایا جاتا ہے۔ آج ماحول کے بے جان
اجزاء کے بارے میں تو ہم کسی حد تک کچھ جانتے بھی ہیں اور
اسی معلومات کی مدد سے ہم اس کا توازن قائم کرنے کی از سر نو
کوشش کر رہے ہیں لیکن اس زمین پر پائے جانے والے
جانوروں کی انواع و اقسام خاص طور سے خوردبینی جانداروں کے
بارے میں تو ہمارا علم آج بھی بے حد محدود ہے۔ ایک طرف
اللہ تعالیٰ کا نام پاک میں اس حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے:

ترجمہ: ”اس نے گھوڑے اور غرور گدھے پیدا کیے تاکہ
تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زینت بنیں۔ اور وہ بہت سی چیزیں پیدا
کر تا ہے جنکا تمہیں علم تک نہیں ہے۔“ (النحل: 8)

اور ساتھ ہی ہمیں یاد دلایا ہے کہ اسے اپنی مخلوقات کا
مکمل علم ہے۔

ترجمہ: ”... اس میں ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا
علم رکھتا ہے۔“ (الانعام: 101)

دوسری طرف آج خود محققین اس بات کو تسلیم کرتے
ہیں کہ اس دنیا میں موجود خوردبینی جانداروں کے بہت معمولی
سے حصے سے ہم واقف ہوئے ہیں۔ تازہ ترین جائزے کے
مطابق ہماری یہ معلومات کتنی ہے یہ اس ٹیبل سے واضح ہو جاتا
ہے:

جاندار کا خاندان	دریافت شدہ انواع	موجودہ انواع کی تعداد	فی صد واقفیت
کائی (Algae)	40,000	350 000	11.0
بیکٹیریا (Bacteria)	4,000	3,000 000	0.1
پھپھوند (Fungi)	70 000	1,000 000	5.0
پروٹوزوا (Protozoa)	40,000	100 000	40.0
وائرس (Virus)	5,000	500,000	1.0
کل میزان	1,50,000	5,450,000	3.0

خوردبینی جاندار اس زمین پر ماحول کو سنبھالنے میں ایک
بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ نیز جینی تکنیک سے متعلق زیادہ
ترجربات انہی خوردبینی جانداروں پر کیے جا رہے ہیں اور انہی کی
نئی نئی اقسام پیدا کی جا رہی ہیں۔ کل یہ نئی اقسام ماحول میں کس
طرح کی تبدیلی پیدا کریں گے معلوم ہے؟ یہ وہ خطرہ ہے جس
کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ اندیشے محض خیالی اندیشے ہوں
یا کسی خوف زدہ ذہن کی پیداوار ہوں۔ بہت سے جینی تجربات
خطرناک ثابت ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے
کہ ان تجربات اور ان کے نقصانات پر تحقیق کر کے مقامی
شائع کرنے والے بھی انہی مغربی ممالک کے سائنسدان ہیں جو
آج جینی تکنیک کے بے مہار گھوڑے پر سر پیٹ دوڑ رہے ہیں۔
یہاں مثال میں ان جینی طور پر تبدیل شدہ مچھلیوں کی دوں کا جن پر



مچھلیاں عام مچھلیوں کے ساتھ اختلاط کر سکتی نہیں اس لیے ان کو بڑے بڑے پتھروں میں بند کر کے سمندر میں رکھا جاتا تھا تاکہ یہ عام مچھلیوں سے اختلاط نہ کر سکیں کیونکہ ایسا ہونے میں مچھلیوں کی تمام نسلوں کے خراب ہونے کا اندیشہ تھا۔ بد قسمتی سے ناروے میں ایسا ہی ہو گیا۔ سیل (Seal) نامی سمندری جانوروں نے ان مچھلیوں کے پتھروں کو توڑ کر ان کو اپنی خوراک بنانا چاہا۔ کچھ مچھلیاں آزاد ہو کر پانی میں نکل گئیں اور وہاں انھوں نے مچھلیوں کی نسلوں کو برباد کر دیا۔ یونیورسٹی آف سٹنٹون کے ایک محقق کے مطابق اسی حادثے نے ناروے کی مچھلیوں کی آبادی اور مچھلی صنعت کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ ایک مٹاشی لکھی ہیں۔ جانوروں میں بھی اور پودوں میں بھی۔

ایسے تجربات کی بنیاد اس سوچ پر ہے کہ (نمود بائللہ) جاندار دل میں جو کچھ رہ گئی ہے اسے ہم تجربہ گاہ میں ٹھیک کر کے ایک ”بہتر“ جاندار وجود میں لے آئیں گے۔ تاہم تجربات یہ سبق سکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی مخلوق میں کوئی کمی رکھی ہے تو اس کی کچھ خاص وجہ ہے جسے خالق کائنات ہی سمجھتا ہے۔ اس کی حقوق بہتر اور مکمل ہے ترجمہ ”تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے۔ پھر ایٹم ردیو، کمپن، تمہیں کوئی ضل نظر آتا ہے؟ بابا رگدوڑ 1۔ تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے“ (الملک 3-4)

کاش ان محققین کو کوئی یہ سمجھائے کہ یہ آگ سے کھیل رہے ہیں۔ آج سے دو صدی قبل ہم نے ہول کے بے جان اجزاء میں جو تبدیلی اور عدم توازن کا سلسلہ شروع کیا تھا اسے آج ہم ماحولیاتی آلودگی اور کثافت کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔ کون جانے کے آج ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں تبدیلی کرنے کی جو شروعات کر رہے ہیں وہ کل کس طرح کا عدم توازن پیدا کرے اور اس کی وجہ سے نہ جانے کیا نتائج مستقبل کی ان نسلوں کو جھگٹنا پڑیں جو اس گناہ میں شامل بھی نہیں ہیں۔

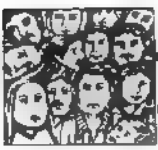
ماہنامہ سائنس میں اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

تجربہات دنیا کی تقریباً 40 تا 50 تجر بہ گاہوں میں چل رہے ہیں۔ ان میں سے لگ بھگ ایک درجن تجر بہ گاہیں امریکہ میں، انہی ہی چین میں اور بقیہ کئی آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، برطانیہ، یوگیا، جاپان، سنگا پور اور تیشیا وغیرہ میں ہیں۔ کئی ایسی ہی ایک سب میں رابرٹ ڈیولن نے سالمن (Salmon) قسم کی مچھلیوں پر تجر بہ کیا۔ انھوں نے کوہو سالمن (Coho Salmon) کی گرو تھ ہارمون چین میں تبدیلی کر کے اس کی بڑھوار کو تیز کر دیا۔ نتیجہ میں جو مچھلیاں وجود میں آئیں وہ اپنی نسل سے اوسطاً 11 گن زیادہ بڑی تھیں۔ تاہم ان میں سے کچھ 37 گن زیادہ بڑی تھیں۔ ان میں بڑھوار بہت تیز تھی۔ ڈیولن کا خیال تھا کہ یہ جدی بڑی ہوں گی اور وزنی ہوں گی اس سے زیادہ آمدنی کا ذریعہ بنیں گی، یہ مچھلیاں جنگلی مچھلیوں کے خاندان کی مدد سے بنائی گئی تھیں۔ چونکہ یہ

ہر قسم کی عمدہ باتھ روم فٹنگس کے لیے واحد نام

ٹاپسن

Topsan
EXCLUSIVE BATHROOM FITTINGS
Mfd. by: MACHINOO TECH
1st Floor, 1st Floor



ہزاروں خواہشیں ایسی.....

ایس۔ ایم قیصر رضا، نئی دہلی

اگلی منزل کدھر ہے۔ ایک طرف جنگی ہتھیار کا انبار، سرائیل ملیہ السلام کے صور کی طرح تیار ہے کہ اب چھوٹا گیا تو دوسری طرف ماحولیات کا بگڑتا ہوا ہو تو ازن جو دیرے دیر۔ ہمارے چاروں اطراف کرنیڈا، پانی، مٹی اور اس زمین پر رہنے والی تمام دیگر مخلوقات کو ہمارے خفیہ دشمنوں کی طرح تیار کرنا جا رہا ہے۔ ان حالات کے مد نظر ہم سوچنے کے لیے مجبور ہیں کہ کیا اس طرح کی ترقی کے لیے ہم تیار ہیں یا پھر اور کوئی دوسرا راستہ بھی ہے۔ اگر اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو موجودہ نسلاکت کے پھندے میں پھنسی نظر آرہی ہے اور اگر ہم نہیں رہے تو آنے والی نسل کو بھیاںک خلیازہ بھگتہ پڑے گا۔

اٹھارویں صدی سے معاشی ترقی (Economic Development) اور سماجی فلاح و بہبود (Social Welfare) کے لیے علم معاشیات کے ماہرین خصوصی طور سے کوشاں رہے ہیں الگ الگ حالات اور دور میں مختلف معاشی نظریے اور اصولوں کے ساتھ ترقی کے ماڈل بنائے گئے جو کبھی کامیاب رہے تو کبھی ناکام۔ موجودہ دور کی ترقی ایک متنازع عنوان بن کر سامنے آئی ہے۔

علم معاشیات کی بنیاد انسانی قدرت اور قدرت کے خزانے (وسائل کی شکل میں) کے درمیان توازن اور عدم توازن پر مبنی ہے۔ اس علم کی رو سے انسانوں کی خواہشات لامحدود اور وسائل نسبتاً محدود ہیں۔ لہذا انسان اپنی تمام خواہشات کو پورا نہیں کر سکتا لیکن وسائل کو خاص انداز سے تقسیم کر کے زیادہ سے زیادہ افودہ حاصل کر سکتا ہے۔ اس علم نے جہاں ایک طرف ملانکہ وسائل محدود ہیں، وہیں سائنسی تحقیقات اور جدید تکنیک کا استعمال کر کے ان وسائل کو غیر فطری یعنی صنعتی اکانیوں کے ذریعہ کثیر الخلق (Mass Production) کی شکل میں مزید پیداوار کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش ہوئی چلی آرہی ہے جس کے نتیجے میں ایک طرف تمام قدرتی وسائل خصوصاً جنگلات، معدنیات اور

انسانی نسل کی ابتداء سے دور حاضرہ تک کا تاریخی جائزہ لیں تو ہر دور میں معاشی مسائل ترم مسائل کا عنوان اور بنیاد نظر آتے ہیں۔ جدید تہذیب اور پرانی تہذیب کی نوعیت معاشی نقطہ نظر سے مختلف اس اعتبار سے ہے کہ قدیمی تہذیب کے لوگوں کی ضروریات، قدیمی طور سے موجود وسائل کے سیدھے استعمال سے پوری ہوا کرتی تھیں مثلاً زمین سے ہوئی پیداوار جیسے مانج سبزیاں، پھل، جنگلات کی لکڑیاں، جانوروں کے گوشت و کھان اور پالتو جانوروں کے گوشت و دودھ وغیرہ سے ان کی ضروریات پوری ہو جاتی تھیں۔ ان وسائل کے حصول کے لیے لوگ اس دور میں مروج طریقہ کار یعنی تکنیک استعمال کرتے تھے۔ لہذا جب کسی علاقے میں وسائل ان کی ضرورت کے لحاظ سے کم ہونے لگتے تھے تو دوسری جگہ کی تلاش ہونے لگتی تھی اور کچھ لوگ یا تمام کے تمام افراد کوئی جگہ منتقل ہو جاتا کرتے تھے۔ اگر اتفاقاً کوئی دوسرا گروہ قبیلہ بھی وہاں آجائے تو پھر جنگوں کی نوبت بھی آجلا کرتی تھی اور کبھی یہ جنگ پشت در پشت چلا کرتی تھی۔

جدید تہذیب خصوصاً اٹھارویں صدی عیسوی سے برطانیہ کے صنعتی انقلاب کے بعد ہمارے مسائل اور وسائل دونوں کی نوعیت بدل گئی۔ مسائل ردی کیڑا اور مکان کے دائرے سے نکل کر "مردانہ تہذیب" (Consumerism Culture) میں پہنچ گئے جس کی میزان برہن سہن کی سطح (Living standard) ہو گیا اور وسائل زمین کی سطحی پیداوار اور موبیلیوں سے آگے نکل کر معدنیات تک پہنچے، جن میں سے بہت کچھ ڈھکی چھپی تھیں اور قدیمی تہذیب کی پہنچ سے باہر تھیں۔ ان وسائل کے حصول کے لیے پورا انھیں اپنی ضروریات کی اشیاء میں تبدیل کرنے کے لیے جدید تکنیکیں ایجاد ہو گئیں۔ ان تمام تکنیکیوں اور ترقی نے ہم تمام انسانوں کو تاریخ کے ایک ایسے موڑ پر پہنچا دیا ہے کہ اندازہ کرنا دشوار ہے کہ ہماری



والے، دنیا کے اس عیش عشرت کے طالب اور دوسروں کے حقوق کو دہانے والے۔ جہاں اللہ نے اپنی ذات و صفات کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے، اچھی اور بری باتوں اور اعمال کو بتانے کے لیے اپنے رسولوں اور پیغمبروں کو اس دنیا میں بھیجا وہیں زندگی میں کام آنے والی چیزوں اور طریقوں کو بھی انسانوں تک پہنچایا۔ مثلاً داؤد کے ذریعہ لوسہ کا استعمال اور سلیمان کے ذریعے تانبے کے بڑے دیگ بنانے کا ہنر سکھایا گیا ان کے علاوہ اور بہت سارے نبیوں کے ذریعے بھی اللہ نے دنیا داری کے طریقے انسانوں کو سکھائے۔

قرآن حکیم کو اللہ نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنایا لہذا کیا عجب ہے کہ موجودہ مسائل کے متعلق بھی اس میں تنبیہ و ترغیب ہو۔ مثلاً سورہ رحمن کی آیت ”و رفیع السمآء..... سے بالقسط والعیزان“ پر غور کیا جائے تو اس کا مفہوم اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے آسمان کو بلند بنا کر اس میں ایک خاص توازن رکھا ہے، تم اس توازن کو مت بگاڑو!

کیا اس توازن سے مراد وہ توازن نہیں ہو سکتا ہے جسے ہم Ecological Balance یا ماحولیاتی توازن کا نام دیتے ہیں؟ اللہ جگہ جگہ فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یحب المعتقدین* معتدین کا مفہوم حد سے گزرنے والوں سے ہے۔ کیا یہ حد سے گزرتا نہیں ہے کہ ہم عیش طلب زندگی کے لیے، دلوں کا حق لینے جن کے پاس وسائل کی کمی ہے اور جو آنے والے نسل کا حق ہے اسے استعمال کر رہے ہیں؟ اللہ کے آخری رسول کی زندگی اور ان کی تعلیمات پر غور کریں اور اپنے طور طریقے اور بنی بنی کو دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ ہم کس حد تک اپنے دین سے دور ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کی ملکیت کیا تھی اور ہم کیا چھوڑ کر جاتے ہیں۔ اللہ کے رسول کے ناپسندیدہ اخراجات میں پختہ مکان کے ذریعہ خرچ بھی تھا، ہم گور کریں تو پتہ چلے گا کہ ایک ایست کے بنانے میں جو مٹی استعمال ہوئی اس کو بنانے کے لیے قدرت کے، کھوں ساں گتے اور ہم اسے پختہ مکان کے لیے عت بنانے میں بھٹوں میں براد مردیتے ہیں۔ (باقی صفحہ 92)

زمین کی پیداواری صلاحیت گھٹتی ہو گئی ہے اور دوسری جانب ماحولیاتی توازن مثلاً کثرتِ درخت و پاد اور حیوانیات و نباتات کا انسانی آبادی کے ساتھ توازن ڈھگکانے لگا ہے۔

اگر ہم اپنی ترقی پر مصفا نہ غور کریں تو یہ ترقی جو ہماری خوشحالی کو بلاروک ٹوک پورا کرتی ہے نہ صرف ہمارے لیے سماجی سیاسی اور اخلاقی بد حالی کا باعث ہے بلکہ ان خواہشات کو پورا کرنے کے لیے قدرتی خزانے کو برباد کر کے فضا، پانی اور زمین کو آلودہ کر رہی ہے اگر ہم بخیر و خوبی اس دور سے گزر گئے تو آنے والی نسل کے لیے قدرتی طور پر ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ اس طرح سے ہم اپنی ہی نسل کشی کے درپے ہیں لہذا ہماری ترقی کو خود غرضی کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اور آنے والی نسل ہمیں ہرگز معاف نہیں کرے گی۔ فی الحال اس مسئلے پر ترقی یافتہ ممالک کا نظریہ ہے کہ باقی پسماندہ ممالک اپنی ترقی کے ذیل میں ماحولیاتی توازن کو بھی ایک عنصر مان کر منسوخ نہیں یعنی ماحولیاتی دوست (Eco-Friend) (یا تکنیک کا استعمال کریں۔ مگر کیا یہ ممکن ہے کہ اس دور میں جہاں پر ملک اور ہر انسان ایک دوسرے سے فوقیت لے جانے کے لیے پریشن ہے ایسی تکنیک کا کوئی انتہائی انتہائی انتہائی کرے گا؟ رہی بہت مسائل کے حل کی وجہ تک کسی مسئلے کا حل نہیں تو وہ مسئلہ نہیں ہوتا ہے جیسے موت! مگر جب کسی مسئلے کا حل نظر آئے تو مسئلہ ہے اور اس کے حل کی تلاش و قیاسی طور سے نہیں بلکہ کھلے ذہن سے کریں تو ہمیں ضرور کامیابی ملے گی۔ اس ضمن میں قرآن کی آیات اور نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی سنتیں ہمیں بتاتی ہیں کہ اللہ نے ہمیں بے جا اصراف سے متنبہ فرمایا ہے۔ ظاہر ہے اللہ کے منع فرمانے کے باوجود جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے اگر ہم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو پھر ہمیں اللہ کے عذاب کا منتظر رہنا چاہیے۔

اللہ رب العزت نے اپنے کلام (قرآن شریف) میں متعدد جگہوں پر فرمایا ہے کہ اسے حد سے گزرنے والے پسند نہیں اور حد سے گزرنے والے کون ہیں، بے جا اصراف کرنے



قرآن اور حیاتیاتی توازن

ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی

دشواری پیش نہ آئے۔ ساتھ ہی اس نے اس متناسب کائنات کو انسان کے لیے مسخر بھی فرمایا جیسا کہ سورہ لقمان کی آیت نمبر 35 سے ظاہر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمان کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہیں۔ ظاہر ہے اب یہ انسان پر موقوف ہے کہ وہ اس متوازن کائنات کو کس طرح اپنے تصرف میں لاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس عدل اور توازن کو سمجھنے کے لیے اپنی زمین پر نظر ڈالئے۔ آپ دیکھیں گے کہ اس نے اس زمین کو ایک سیارہ بنایا اور اسے نہ صرف اپنے محور پر گھومنے کا حکم دیا بلکہ اسے 23.5 ڈگری تک جھکا کر ایک روشن اور گرم ستارے سورج کے اطراف ایک مخصوص حصار میں چکر لگانے کی ہدایت بھی فرمائی تاکہ زمین پر نہ صرف دن اور رات وجود میں آسکیں بلکہ سال کے مختلف حصوں میں موسم بھی تبدیل ہوتے رہیں۔ منجمد قطبین نہ تو پگھل کر دنیا کو غرقاب کر دیں اور نہ ہی ساری دنیا منجمد ہو کر رہ جائے۔ ظاہر ہے یہ عدل اور تناسب زمین پر زندگی کو قائم کرنے کی غرض سے تھا۔ زمین اور سورج کی درمیانی دوری بھی متعین فرمائی تھی تاکہ اس سے نکلنے والا روشنی اور گرمی کا ایک مخصوص توازن زمین پر قائم رہے، نہ تو اتنی گرمی ہو جائے کہ ہر شے جل جائے اور نہ ہی اتنی سردی کے سبب چیزیں جم کر رہ جائیں۔ یہ دونوں صورتیں زندگی کو جاری و ساری رکھنے کے لیے ناموافق تھیں۔ زمین کی فضا اور ماحول کو بھی عدل پر قائم کیا گیا تاکہ سانس لینے اور زندہ رہنے کے لیے صاف ہوا لگاتار میسر آتی رہے۔ پانی خاص مقدار میں اتارا گیا اور اس کے لیے ایک انتہائی جامع اور متوازن نظام مرتب فرمایا جس کے تحت پانی زمین سے فضا اور فضا سے زمین میں واپس آتا رہے اور زندگی گوراواں دواں رہتا ہے۔ یہ حقیقت ہم سب پر عیاں ہے کہ کس طرح سورج کی گرمی سمندروں نیز بیڑ پودوں کی سطح سے نیچے تک پانی کو بھاپ بنا کر اوپر اٹھاتی ہے جو بادلوں کی

اللہ کی بنائی اس کائنات میں غور کیجئے تو اندازہ ہو گا کہ اس کی ہر چیز ایک نئے نئے اندازے اور نظم کے مطابق تخلیق فرمائی گئی ہے۔ قرآن کی زبان میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ خالق عظیم نے ہر چیز کو عدل پر تخلیق فرمایا ہے۔ اس ضمن میں جگہ جگہ کائنات کے اس عدل کی جانب واضح قرآنی اشارے ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ رحمن کی آیت نمبر 55 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آسمان کو بند کیا اور میزان قائم کی۔ اسی طرح سورہ الشوریٰ کی آیت نمبر 17 کے مطابق وہ اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ یہ کتاب اور میزان نازل کی ہے۔ مفسرین کے مطابق میزان سے مراد اللہ کی شریعت ہے جو توازن کی طرح تول کر صحیح اور غلط، حق اور باطل، ظلم اور عدل، راستی اور تاراستی کا فرق واضح کرتی ہے۔ ایک دوسرے مقام سورہ الاعلیٰ کی پہلی دو آیتوں میں مکرر ارشاد ہوا ہے کہ اپنے رب کی پاکی بیان کرو جس نے پیدا کیا اور تقاسم قائم کیا۔ سورہ الملک کی آیت نمبر 3 میں واضح طور پر بتایا گیا کہ تم رحمن کی تخلیق میں کسی طرح کی بے رحمی نہ پاؤ گے اور اسی طرح سورہ مدثر کی آیت 31 میں اس حقیقت کی وضاحت کی گئی کہ کائنات ایک منظم اور محکم سلطنت ہے جس میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی عیب یا نقص تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ ان مختلف ارشادات دہکنی سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ عدل اور توازن ہی وہ شے ہے جس پر اس کائنات کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس لیے جب تک عدل قائم ہے جب تک ہماری یہ دنیا اور کل کائنات بھی قائم ہے اور اگر عدل گزرتا ہے تو ہر چیز کے لیے تباہی ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنی سب سے شایکار مخلوق انسان کو اس زمین پر پیدا کرنے سے پہلے زمین کو آراستہ فرمایا اور اس کی ہر چیز کو پورے عدل اور تقاسم سے ساتھ تخلیق فرمایا تاکہ آدم کی اولاد کو یہاں رہنے، منے اور اپنی نسلیں بڑھانے میں کوئی



موجود ہے کہ یہ جوڑے نباتات، تمہاری اپنی جنس میں اور بہت سی ایسی چیزوں میں موجود ہیں جنہیں تم نہیں جانتے۔ چودہ سو برس میں بلاشبہ انسان نے بہت کچھ ترقی کی ہے اور اس دور ان نہ جانے کتنے نئے جاندار کو جن نکالے ہیں، پھر کبھی قیاس یہی ہے کہ اب بھی بہت کچھ ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔

اس یقین کے بعد کہ اللہ جل و شانہ نے جو کچھ تخلیق فرمایا ہے وہ عجب خوش بلکہ حکمت کے ساتھ ہے۔ ہمیں اپنی زمین پر موجود نباتات اور حیوانات کی بے شمار اقسام پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے جو نہ صرف ان گنت ہیں بلکہ ان سب میں ایک تعلق اور نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ ماحول میں ہر نوع کے افراد کی تعداد میں بھی ایک توازن قائم ہے۔ مشیت خداوندی کے تحت اس میں بہت حساب سے تغیر بھی واقع ہوتا ہے جو حکمت سے خالی نہیں۔ انسان اپنے بڑھتی ہوئی آبادی سے ہر سال ہے اسے ہر وقت یہی فکر دامن گیر رہتی ہے کہ اس تعداد پر کیونکر قابو پائے کیونکہ یہ بڑھتی ہوئی آبادی اس کی معیشت کے منافی ہے۔ عالم نباتات اور حیوانات پر نظر ڈالئے تو زیادہ تر انواع میں انسانوں کے مقابلے قوت افزائش کہیں زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود کسی بھی نوع کی تعداد بے حساب بڑھتی نظر نہیں آتی۔ ہر ایک نوع کی تعداد اللہ کے بنائے، ایک نئے نئے قانون کے تحت ہی بڑھتی اور کھنکھتی ہے۔ اس سلسلے میں حشرات کی چند مثالیں بات سمجھنے میں مدد دیں گی۔

تلی کی مانند ایک پروانے کی مادہ اپنی زندگی میں تقریباً دو سو اڑدے دیتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر اس کی تمام اولاد زندہ رہیں تو سال بھر میں ایک ماہ سے اتنے حشرات پیدا ہو جائیں گے کہ زمین کی خشکی وارا حصہ 80 فٹ کی اونچائی تک بھر جائے گا۔ اسی طرح موٹی شہجہ پالاک اور گوبی جیسی ترکاریوں کے پتوں سے چنے ہوئے چھوٹے چھوٹے جھنگے جو انگریزی میں "لیفڈس" اور اردو ہندی میں "چپ" کہلاتے ہیں وہ بھی اپنی تعداد بڑھانے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیفڈ کی ہر ماہ تقریباً 41 بچے دیتی ہے جس سے چھ ماہ میں پیدا ہونے والے لیفڈس کی کل تعداد 1560×10^{21} تک پہنچ جاتی ہے۔ غور کریں کہ صرف ایک پروانے اور ایک لیفڈ سے پیدا ہونے والے تمام حشرات زمرہ

شکل میں فضا میں پھیل جاتے ہیں۔ ان بادلوں کو ہواؤں کا متعین نظام، ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے اور پھر ان کے ذریعہ مختلف مذاقوں میں بارشوں کا عمل برپا ہوتا ہے جو دنیا میں حیات کا ضامن ہے۔

یہ حیات اللہ تعالیٰ نے نباتات اور حیوانات کی ان گنت شکلوں اور انواع کی شکل میں اس زمین پر پھیلا دی اور مختلف انواع کو عدل اور توازن کے ساتھ یوں باہم مربوط فرمایا کہ سے دیکھ کر عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر حیاتی تنوع (Biodiversity) اور اس میں موجود عدل و توازن کی طرف اشارے موجود ہیں۔ مثلاً سورہ مدثر کی آیت 31 کی تشریح بیان کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات میں کسی کسی اور کتنی مخلوقات پیدا کر رکھی ہیں اور ان کو کیا کیا طاقتیں بخشی ہیں اور ان سے کیا کیا کام وہ لے رہا ہے، ان باتوں کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔" اس عدل و توازن کا سائنسی تجزیہ یہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر اس زمین کا انتظام ٹھیک رکھنا ہے تو اللہ کے قائم کردہ عدل و توازن کو جاری رکھنا ہو گا۔ یہ صورت دیگر دنیا کے نظام میں بگاڑ پیدا ہو گا جو بالآخر ہمارے خاتمے کا سبب بنے گا۔

سائنسی تحقیقات کے یہ موجب ہماری زمین پر نباتات و حیوانات کی 15 ملین انواع موجود ہیں جن میں 0.83 ملین حشرات 0.28 ملین دیگر جانور اور 0.24 ملین نباتات ہیں۔ بہت سے ماہرین ان اعداد و شمار سے مطمئن نہیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ صرف حشرات ہی کے بارے میں قیاسات ہیں کہ ان کی کل تعداد 30 ملین ہو سکتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ موجودہ حشرات کا محض 20 فی صدی ہیں اور جب تک اس تعداد میں مزید 5 فی صد کا اضافہ ہو گا 80 فی صد حشرات ناپید ہو چکے ہوں گے۔ قرآن حکیم میں سورہ یس کی آیت نمبر 36 سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس آیت میں جہاں تمام چیزوں کو جوڑے جوڑے پیدا کرنے کی بات کہی گئی ہے وہیں یہ وضاحت بھی



حکمت کے تحت وقتی طور پر بڑھاوا دے رکھا تھا۔ انسان اپنی کم علمی کے پیش نظر ان کیڑوں کو کسی بھی مہلک انیسکیٹائی سائڈ کے مدد سے ختم کر کے اپنے منافع میں اضافہ کر لیتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ انجانے میں اس نے خدا کے بنائے اس متوازن غذائی خاکے میں کیا کچھ بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ وہ بالکل اس حقیقت سے ناواقف ہے کہ اس نے نقصان پہنچانے والے کیڑے تو صرف 80 تا 90 فیصد ہی مارے تھے لیکن انکے طفیلی اور شکار خور کیڑے سو فیصد ختم کر ڈالے تھے اگلے سال دس یا بیس فی صد نقصان دہ کیڑے طفیلی اور شکار خور کیڑوں کی عدم موجودگی میں جو تباہی مچائیں گے اسے باسانی سمجھ جاسکتا ہے ممکن ہے کچھ نئے کیڑے بھی اس نقصان میں شامل ہو جائیں کیونکہ وہ بھی طفیلی اور شکار خور کیڑوں سے نجات پانچکے ہیں۔ اس صورت حال میں انسان کے پاس بس ایک ہی علاج باقی رہتا ہے وہ یہ کہ بار بار ہر لیے انیسکیٹائی سائڈس کا استعمال کرتا رہے اس کا بالآخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گوبی کا غذائی خاکہ جس جس نہس ہو جاتا ہے گوبی زہریلی ہو جاتی ہے اور ماحول آلودہ۔

اوپر بیان کیے گئے عمل کا ایک تاریک پہلو در بھی ہے اور وہ یہ کہ جب کسی کیڑے پر لمبے عرصے تک کسی انیسکیٹائی سائڈ کا چھڑکاؤ ہوتا رہتا ہے تو وہ اس کے خلاف قوت مدافعت پیدا کر لیتا ہے۔ تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ تقریباً 200 اقسام کے کیڑوں میں قوت مدافعت پیدا ہو چکی ہے س نئی صورت حال کے تحت مزید مہلک انیسکیٹائی سائڈس کی تیاری عمل میں آتی ہے اور ہمارا ماحول خراب سے خراب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیا آپ باور کریں گے کہ DDT جیسا پر اثر انیسکیٹائی سائڈ جس نے بے شمار قسم کے کیڑوں کو ختم کر ڈالا تھا اور جس کے لیے جرمن سائنس دان پال ملر کو نوبل پرائز دیا گیا تھا، آج ممنوع قرار دیا جا چکا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وقت کے ساتھ ممنوع انیسکیٹائی سائڈس کی فہرست طویل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ایک لمبے عرصے تک انسان کبھی جان کر اور کبھی انجانے (باقی صفحہ 40 پر)

جائیں تو کیا ہو۔ شاید اس زمین پر ہمارے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہے۔ ممکن ہے یہ دلیل پیش کی جائے کہ جہاں کہیں ایسے کیڑوں کی تعداد بڑھتی نظر آتی ہے انسان مختلف طریقوں سے اسے کم کر لیتا ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسان کو یہ عقل تو ابھی چند صدی پہلے ہی آئی ہے جبکہ یہ کیڑے تو لاکھوں سال سے اس زمین پر موجود ہیں اور ان تمام برسوں کے دوران اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے تحت ان کا قدرتی کنٹرول ہوتا رہا ہے۔ بلاشبہ ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہی ہے لیکن یہ اتار چڑھاؤ کسی مصمت کے تحت ہوتا ہے اسے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ انسان کی نظر محدود ہے جو اس کے اپنے مفاد سے آگے نہیں بڑھتی اس لیے وہ صرف انہی کیڑوں کو دیکھ پاتا ہے جو نقصان پہنچ رہے ہیں اور وہ ان کے انسداد کی کوشش کرتا ہے اس کے برخلاف خالق عظیم کی نظر اپنی ہر مخلوق پر رہتی ہے وہ سب کے مفادات کو پیش نظر رکھتا ہے۔

حال ہی میں کچھ ماہرین حشرات نے گوبی سے وابستہ تمام حشرات کا ایک غذائی خاکہ تیار کیا تھا جو بتاتا تھا کہ گوبی کی فصل پر 210 انواع کے کیڑے پلے اور بستے ہیں۔ ان میں 4 اقسام کے کیڑے جڑ سے وابستہ تھے دس چٹیاں کھاتے تھے، مگیارہ چوں کار س پیچتے تھے 21 گوبی کے گلے سڑے حصوں پر گزارا کرتے تھے اور 89 پانی ہشکر کی تلاش میں وہاں آتے تھے 75 اقسام کے کیڑے اوپر بیان کیے گئے کیڑوں پر یا تو طفیلی تھے یا شکار خور اور 10 اقسام کے کیڑے آخر الذکر پر انحصار کر رہے تھے۔ یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ محض ایک گوبی کی فصل سے نہ صرف انسان فیضیاب ہو رہا ہے بلکہ 210 اقسام کے کیڑے بھی پل رہے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ اتار چڑھاؤ بھی آتے رہتے ہیں۔

کبھی انسانوں کا ہتھ بڑھ جاتا ہے اور کیڑے کم ہو جاتے ہیں اور چند مخصوص کیڑوں کا ہتھ بڑھا کر دوسروں کے حصے میں تخفیف کردی جاتی ہے مگر یہ خیال رکھ جاتا ہے کہ ناچید کوئی نہ ہونے پائے۔ یہ ہے اللہ کا قائم کردہ قانون عدل و توازن۔

اس کے برخلاف انسان جب اپنی گوبی کی قصص کا معائنہ کرتا ہے تو اسے 210 اقسام کے کیڑے نظر نہیں آتے بلکہ صرف ایک یا دو دہ کیڑے نظر آتے ہیں جنہیں اللہ نے اپنی



دادا ابو بھی دادی امی کی نفی نہیں کرتے تھے۔ مگر اس وقت انھوں نے خاموش رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ انھوں نے کہا:

”راجیل کی لمباں! شور کو تم کم مت سمجھو۔ اس سے ان سب کے علاوہ بلڈ پریشز بھی بڑھتا ہے، چڑچڑاہٹ اور بے خوابی کی شکایت ہوتی ہے، خون دوران، دل کی دھڑکن، یادداشت اور دماغی صلاحیت متاثر ہوتی ہے، پرسکون ماحول میں کوئی کام آپ جتنی آسانی سے کر سکتی ہیں، شور میں نہیں کر سکتیں۔“

”اوکی..... یہ بات ہے۔“ دادی امی نے کہا۔ ”تو یہ شادی بیاہ میں اتنا ہنگامہ ہوتا ہے، نیپ، لاؤڈ اسپیکر اور! اصول تماشے ہوتے ہیں۔ اس سے تو کچھ نہیں ہوتا؟“

کیا تم نے ایسے موقعوں پر بعض اوقات ٹڑکیوں یا دلہنوں کو بے ہوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا؟ ”دادا ابو لے۔“ ”ہاں! دیکھا تو ہے۔ تو کیا اس کی وجہ بھی یہی شور ہے؟“ دادی امی بولیں۔

”یقیناً۔۔۔۔“

”وہو! اور ہماری ضعیف الاعتقادی تو دیکھو، اس کو، جن، بھوت، اور پرکاش ہو گیا، جادو ہو گیا، کسی نے کر دیا اور نہ معلوم کن کن باتوں سے نوازتے ہیں۔“ دادی امی بولیں۔

”اور امی! وہ جو اپنے پڑوسیوں کے یہاں گاؤں میں رات رات بھر لاؤڈ اسپیکر پر میلا اور بھگولتی چارن ہوتا ہے، کیا خدا اسی سے خوش ہوتا ہے۔“ سلطانہ نے کہا۔ ”مگر لوگ مذہبی رسوں کو خاموشی سے انجم دیں تو شور کی آلودگی سے بچا جاسکتا ہے۔“

رامو کا کا، دادا کے پشتینی خادم بھی دستر خوان پر کھانے میں شریک تھے۔ انھوں نے کہا:

”بی بی جی! آپ لوگ بہت دیر سے بیکار کی بحث کر رہے ہیں۔ آخر شور کہتے کسے ہیں؟ کیا انسان گانا نہ سنے؟ شگیت نہ سنے؟ طبلہ، شہنائی، ستار کا بجنا تو کلا ہے۔“

”سنو رامو! دادا ابو لے۔ وہ تمام آوازیں جو ہمارے کانوں کو بھلی معلوم نہ ہوں، شور کہلاتی ہیں۔ ایک شخص جو موسیقی کا دلدادہ ہو، ساز کی آواز اس کے لیے مسرت کا

میں ڈاکٹر بھی ناکام رہے۔ لیکن اس بار اس نے چھٹی دینے میں جلدی نہیں کی۔ اسپتال کے پرسکون ماحول میں فرزند کی طبیعت تیزی سے سنبھلنے لگی۔ تیسرے دن دادا فرزند کے ساتھ گھر آئے تو انھیں سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ فرزند کی بیماری کارائز کیا ہے۔ راجیل کالینٹ بالکل سب سڑک تھا۔ سڑک سے گزرنے والی موٹر گاڑیوں کا شور، تیز بارن کی آواز، پڑوس سے آنے والی ہائی فائی اسٹیریو کی کانوں کو پھاڑ دینے والی آوازوں کی وجہ سے گھر کا ہر فرد اونچی آواز میں بات کرتا تھا۔ یہاں تک کہ سیریل یانیوز دیکھتے وقت فی دی کی آواز بھی اونچی رکھی جاتی تھی۔

رات کے کھانے پر دادا ابو نے اپنی بہو کو مخاطب کر کے کہا ”بھئی سلطانہ تمہیں احساس بھی ہے تم نے فلیٹ کھال لے لیا ہے۔ نیچے سڑک پر موٹر گاڑیوں کی تیز آواز لگتا ر آتی رہتی ہے۔ بازو سے آنے والی ہائی فائی اسٹیریو کی آواز تمہارے کپڑے دھونے کی مشین، گرائنڈر، کسر، ویکيوم کلیئرز وغیرہ کی آوازیں تم سب کی سماعت پر خراب اثرات ڈال رہی ہیں۔ فرزند کی بیماری کی وجہ بھی مجھے یہ شور ہی لگتا ہے۔“

”ابو کیا کریں، اس شہر میں اپنی مرضی کا مکان ملنا بہت مشکل کام ہے۔“ سلطانہ نے کہا۔

”ہاں یہ تو ہے۔ لیکن کم از کم شور کم کرنے کے طریقے تو اختیار کیے جاسکتے ہیں“ دادا ابو نے کہا۔

”ہاں ابو! اسی خیال سے میں نے پڑوس سے بات کی تھی مگر انھوں نے مجھے نکاسا جو ب دے دیا تھا۔ ہمارا گھر ہے، ہم اپنے گھر میں کچھ بھی کریں، آپ کون کون سے روکنے والے۔“ سلطانہ نے کہا۔

”اچھا، کل میں ان لوگوں سے بات کر دوں گا۔“ دادا ابو بولے۔ ہاتھ دھوئے ہوئے دادی امی گویا ہوئیں:

”آپ بھی کیا بچوں کی سی بات کرتے ہیں۔ کیا شور سے چکر آتے ہیں؟ سر درد ہوتا ہے؟ بے ہوشی آتی ہے؟“



”ہاں یہ صحیح ہے عادت ایک بار قلعہ پڑ جائے تو مشکل سے چھوٹی ہے۔“ داوا ابو بولے۔

شر جیل پر رات کی بات چیت کا کافی اثر تھا۔ صبح میں وہ ناشتہ کی میز پر خاموش ناشتہ کر رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ کچھ سوچ رہا ہے۔ دواوی ائی نے سب سے پہلے اس بات کو محسوس کیا۔

”کیوں بیٹے کیا تمہارا لٹی اچھا نہیں ہے؟“

”نہیں دواوی امی! میری طبیعت ہانکل ٹھیک ہے۔“

”پھر کیا سوچ رہے ہو؟“ دواوی ابو بولے۔

”سوچ رہے ہوں گے، دواوی امی آگئی ہیں، اسکول جا میں

کٹ جاؤں۔“ سلطانہ نے کہا۔

”دہن تم بس بچے کے پیچھے پڑ جاتی ہو۔“ دواوی امی نے کہا۔

”آج اگر وہ اسکول نہیں گیا تو کیا قیامت آجائے گی۔“

”نہیں دواوی امی! آج میں اسکول ضرور جاؤں گا۔“

”دیکھو میرا شر جیل کتنے سمجھدار ہو گیا ہے۔“ پیسے میں

یہاں آتی تھی تو وہ اسکول نہ جانے کی ضد کرتا تھا، آج خود

اسکول جانے کو کہہ رہا ہے۔“

”نہیں دواوی امی، یہ بات نہیں ہے۔“ فرزانہ نے لینے

لینے جواب دیا۔

”پھر کیا بات ہے؟“

”در اصل رات کی بات چیت کا بہت مواد ان کے پاس

جمع ہو گیا ہے۔ اپنے دوستوں پر اپنی عیبت کا سکتہ جمانا چاہتے

ہوں گے۔“

شر جیل نے سب کی آنکھ بچا کر فرزانہ کو مکتہ دکھایا جسے

دواوا بولنے دیکھ لیا۔

”نہیں شر جیل، نہیں۔۔۔ بری بات ہے۔“

”نہیں داوا ابو! اپنی ہمیشہ میرے بارے میں اتنی سیدھی

باتیں کرتی رہتی ہیں۔“

”دواوی امی آپ کیا کہتی ہیں۔“ پڑی تو کھڑی

”پڑی تو پڑی میری ایک ٹانگ کھڑی۔“ دواوی امی نے

جواب دیا۔

”دیکھو بیٹے عام بول چال میں بھی فصیح اور مروج

محاورے استعمال کرنا چاہئے۔“ داوا ابو بولے۔ ”تم اس کے

سبب ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسرا شخص جو موسیقی کے رموز سے واقف نہ ہو، اسے سازوں کی آواز خوشی مہیا نہیں

کر سکتی اور وہ شور کے زمرے میں آتی ہے۔ اس لیے آوازیں

ہمیشہ قابو میں رکھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ آواز کی باقاعدہ

لہریں جو آپس میں خلط ملط ہو جاتی ہیں، شور کہلاتی ہیں۔“

رامو کا کا بولے ”لیکن ہاؤچی! انسان آخر کتنی آواز سننے

اور شور پر قابو پائے بھی تو کہے؟“

”آواز کو ایسی شکل کے پیمانے پر ناپتے ہیں۔ اسے db

کہتے ہیں۔ db 60 سے زیادہ کی آواز ہماری صحت پر اچھے اثرات

نہیں ڈالتی۔ عام بول چال کی آواز 15 سے db 20 ہوتی ہے۔ تیز

ریکارڈ پیلیر کی آواز db 70، ٹائپ رائیٹر اور کسی بڑے آفس کی

آواز db 80، موٹر گاڑیوں کے ہارن کی آواز db 100 ہوتی ہے۔ db

85 کے آس پاس کی لگاتار آوازیں مستقل بہر اپن پیدا کر دیتی ہیں۔

موٹر گاڑیوں، بڈل مشین، مسر، گرائنڈر، پکڑے دھونے کی مشین

میں سائیکسٹر لگے ہونا چاہئیں۔ کچھ انسولینک (Insulating)

آتے ہیں جو آواز کو باہر نکلنے سے روکتے ہیں۔ اس لیے اچھی کہنی کی

کم آواز کرنے والی اشیاء خریدنی چاہئیں۔“ داوا ابو بولے۔

رائیل نے کہا۔ ”اشیاء خریدنے میں ہمارا نقطہ نظر پیسے

بچانا ہوتا ہے۔“

”پیسے بچانا تو اچھی بات ہے۔“ داوا ابو بولے۔

آج کل گلا کاٹ مسابقت ہے۔ اس لیے کمال ہو شیری سے

اچھی اور نکلا چیزیں خریدنی چاہئیں۔ اسی لیے قرآن پاک میں بھی

اونچی آواز کی مذمت آئی ہے۔ حکیم لقمان کی اپنے بیٹے کو نصائح میں

ہے (ترجمہ) اور اپنی آواز کو پست کیا کہ سب آواز سے بری آواز

گدھے کی ہے۔ (21: 43) قرآن نے شور کو صوت الخیر کہا ہے

”ہاں ابو! بات چیت بھی ہمیشہ پست آواز میں کرنی

چاہئے۔ مگر اپنے گھر کے ماحول کی وجہ سے مجھے آفس میں بھی

اونچی آواز سے بولنے کی عادت ہو گئی ہے اور بعض اوقات تو

مجھے اسی وجہ سے بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔“



بدلے۔۔۔ آب کش یہ کف گیر میگہ بنتا دکلاچ داری 'یا' من خوب می شام پیر ان پاد سا' جیسے محاورے نئی استعمال کر سکتے ہو اچھا شرجیل تم اسکول کی تیاری کرو اور بازو والے انگل ہوں تو ان سے کہو کہ ہمارے دادا ابو آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

شرجیل نے واپس آکر اطلاع دی کہ انور انگل کسی مہمان کے ساتھ بیٹھے ہیں اور آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔

دادا ابو کے پہنچنے پر انور اور مہمان نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ انور نے اپنے مہمان کا تعارف دادا ابو سے کر لیا کہ یہ اس کے کزن اکرام ہیں اور یہاں سلونی اسپتال میں ٹرانسفر ہو کر آئے ہیں۔ دادا ابو نے بھی اپنا تعارف کر لیا کہ وہ جو نیمہ کالج کے پرنسپل کے عہدہ سے سبکدوش ہو کر اپنے آبائی وطن میں سکونت پذیر ہیں۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد دادا ابو جلد ہی اپنے مطلب کی باتوں پر آگئے۔ انھوں نے ڈاکٹر کو بتایا کہ شور سے ان کی پوتی کس طرح متاثر ہوئی۔

ڈاکٹر نے دادا ابو کی تائید کرتے ہوئے بتایا کہ شور انسانی صحت پر بہت برے اثرات ڈالتا ہے۔ دادا ابو نے پوچھا: مثلاً۔۔۔؟

"مثلاً یہ کہ تیز آواز سے اندرونی کان متاثر ہوتا ہے۔ اس سے دھیرے دھیرے قوت سماعت متاثر ہوتی ہے۔ ایسا مریض شروع میں الفاظ کو غیر واضح شکل میں سنتا ہے۔ اگر آپ 'وطن' کہہ رہے ہیں تو وہ 'تن' سنتا ہے، اگر آپ 'چمن' کہیں تو وہ 'من' سنے گا۔ بعد میں وہ کہے گا، میں سنتا ہوں مگر میں سمجھ نہیں سکتا۔ کانوں میں سیٹیاں بننا بھی آواز کی آلودگی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کالج پر بدترین اثر Acoustic Trauma کہلاتا ہے۔ یہ بہت تیز آواز کی وجہ سے کان کا پردہ پھٹ جانے کے وجہ سے ہوتا ہے۔"

"اچھا، آواز کی آلودگی کے اور برے اثرات بھی پڑتے ہیں؟" دادا ابو نے پوچھا۔

جالوروں پر جربات کرنے سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی ہے کہ db100 کی لگاتار آوازوں سے ان میں گھسروں کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ جو لگاتار اونچی

آوازوں میں اپنا کام انجام دیتے ہیں، ان کے کام کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ وہ جلد برا بیٹھتے ہو جاتے ہیں۔ دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے جو بلڈ پریشر اور دل کی بیماریوں کا سبب ہے۔ خاموشی توانائی کے جمع کرنے کا ذریعہ ہے۔ زیادہ بولنے والا اپنی توانائی کو بے جا استعمال کرتا ہے۔ اس توانائی کو وہ دوسرے خیر کاموں میں استعمال کر سکتا ہے۔"

تمام لوگ منہ کھولے تعجب سے ڈاکٹر صاحب کی باتیں سنتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید بتایا کہ بہت تیز آواز سے عصبی نظام (Nervous System) متاثر ہوتا ہے۔ خون کی تالیاں اسی نظام کے تابع ہوتی ہے تیز آواز کی وجہ سے وہ زیادہ سکر جاتی ہیں۔ اسے طبی اصطلاح میں (Vaso Constriction) کہتے ہیں۔ یہ بات حسیہ خوب میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیوٹری غدود سے خدج ہونے والا ہارمون (ACTH) خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس سے ذہنی تنہا، گھبراہٹ اور اعصابی کمزوری (Nervousness) ہو جاتی ہے۔"

ڈاکٹر کی بات سن کر بیگم انور ایک دم بول پڑیں "میں تو آواز کو بہت معمولی چیز سمجھتی تھی، یہ تو بہت خطرناک ہے۔"

"ہاں بہت خطرناک اور اسے قابو میں رکھنا انتہائی ضروری ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں اور آپ اپنے گھر سے آوازوں کو نہیں نکلنے دیں گے۔ کم آواز سے ریڈیو ٹیپ ریکارڈ بجائیں گے۔ مگر دوسروں کو کیا کریں؟ یہ سڑک سے آنے والے شور کا کیا کریں؟ یہ تو گھر بیٹھے ہمیں پریشان کرتے ہیں۔" انور نے کہا۔

"دیکھئے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ سب پوری کالونی کے لوگ ملکر ایک ایکو کلب (Eco Club) بنائیں۔" دادا ابو نے تجویز پیش کی۔ "آواز کی آلودگی کے نقصانات لوگوں کو بتائیں ڈاکٹر صاحب کا کلچر اس میں کروائیں۔ دوسری بات سڑک کی طرف آنے والے شور کو کم کرنے کے لیے کالونی کے چاروں طرف حد فاصل (Buffer Zone) بنوائیں۔"

"یہ حد فاصل کیا ہوتا ہے؟" انور نے پوچھا۔

"حد فاصل ہم اسے کہیں گے جو آپ کے کالونی اور



کی بھلائی کا انتظام کر کے جائیں گے۔ ایک حدیث ہے
(ترجمہ) تم میں بہترین وہ ہے جو دوسروں کے لیے نفع رساں ہو۔

شام میں راحیل گھر آئے تو دادا اللہ نے پوچھا:
”آج بہت دیر ہو گئی؟“

”ہاں لہو۔۔۔۔۔ راستے میں انور صاحب مل گئے تھے وہ ایک
ایکو کلب بنانا چاہتے ہیں تاکہ ہم سب مل کر آواز اور ہوا کی آلودگی
کو قابو میں کرنے کے لیے کام کریں۔“ ہم نے سوچا ہے کہ
اس کالونی کے داخلی دروازہ پر ایک بورڈ آویزاں کریں جس پر لکھا
ہو۔۔۔۔۔ ہر تیز آواز صوت الخیر ہے۔ اس سے بچئے۔

مرگ کے درمیان حائل ہو کر آؤں گی تو کم کر۔۔۔۔۔
انور حیران ہو کر۔۔۔۔۔ ”یہ کس چیز کی بنی ہو گی،“
دادا لہو مسکراتے ہوئے۔۔۔۔۔ ”آپ اپنی کاؤٹی کے چاروں
طرف پودے لگا دیں۔ ان کی حفاظت کریں۔ یہ پودے بڑے ہو کر
بفرزات کا کام کریں گے۔ اور آواز کی آلودگی کو کم کریں گے۔
کیونکہ پودے آؤں گی لہروں کو جذب کرتے ہیں۔“
ڈاکٹر۔۔۔۔۔ ”اس سے آواز کی ہی آلودگی کم نہیں ہو گی بلکہ
ہوا کی آلودگی بھی کم کرنے میں مدد ملے گی۔ آپ آنے والی نسلوں

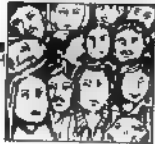
بقیہ : ادارہ

جسے اس کارخانے میں کام کر رہی مشینوں اور تو قوتوں کا علم ہی نہ ہو
ہرگز نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو اس کارخانے کا علم رکھے گا وہی
اس کا خلیفہ بنے گا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک
میں بیشتر مقامات پر خطاب علم رکھنے والوں، عقل رکھنے والوں
اور فکر کرنے والوں سے کیا ہے۔

ماحول ہماری زمین کا ایک اہم حصہ ہے، جس سے سبھی
جانداروں کی صحت و سلامتی کا براہ راست تعلق ہے۔ آج اس کی
اصلاح کی آواز ان اقوام کی طرف سے آ رہی ہے جو اگرچہ کلام پاک
کی ہدایت سے محروم ہیں تاہم علم حاصل کر کے اس زمین اور اس
کے ماحول کے توازن کو ور اس میں چھپی سب کی بقا کو سمجھ چکے
ہیں۔ بطور خیریت، بطور اہل قرآن، بطور مسلم کیا ہماری یہ ذمہ
داری نہیں ہے کہ ہم اس اصلاح کاری میں شامل ہوں۔ اگرچہ اس
کی پہل، اس کی شروعات ہماری جانب سے ہونا چاہئے تھی اور یقیناً

ایسا ہوتا بھی اگر ہم اللہ کے بخشے ہوئے علوم کو ”ذہنی علوم“ کہہ کر
ان سے کنارہ کش نہ ہو گئے ہوتے، تاہم اگر ہم پہل نہ کر سکے تو
بیک تو کر سکتے ہیں۔ آدم کی اول د زمین پر خلیفہ ہے لیکن ہدایت کا
سرچشمہ تو ہمارے پاس ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم نہ
صرف اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علوم کی مدد سے اس زمین اور کائنات
کے نظام سے واقف ہوں، بلکہ کلام پاک کی روشنی اور ہدایت کی
مدد سے نہ صرف اس کی اصلاح کریں بلکہ دیگر اہل علم اقوام تک یہ
ہدایت بھی لے جائیں۔ یہی ہماری ذمہ داری ہے اور اسی کام کے
واسطے ہم کو اس امتحان گاہ میں بھیجا گیا ہے۔

چاہتا ہے۔ ذرا غور فرمائیں۔ یہ کیا کام ہے اگر ہم انسان کو زمین پر
خلیفہ بنانے اور اسے علم عطا کرنے کی مصلحت پر غور کریں تو بات
صاف ہو جاتی ہے۔ خلیفہ ہونے کے ناطے انسان کی ذمہ داری
محض ہندی، عبادت ہی نہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی
ہدایت کے مطابق کام کرے۔ یہ ہدایت ہمیں کلام پاک سے
حاصل ہوتی ہے۔ تاہم یہاں ایک اور قابل غور نکتہ ہے جس کی
وضاحت ایک مثال کی مدد سے کی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی کارخانہ یا
انڈسٹری ہے اور اس کا نامک۔ منیجر اپنے کوئی نائب مقرر کرنا چاہتا ہے
کہ وہ اس کارخانے کے انتظام کو دیکھے تو وہ منیجر سب سے پہلے
اپنے نائب کو اس کارخانے کے نظام کو سمجھائے گا، اس کا علم دے
گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ زمین بطور اپنے نائب سوچنی سے تو لازمی
ہے کہ ہم اس زمین اور اس پر کافر مظاہر قدرت کا علم حاصل کریں۔
یہ علم ہم کو سائنسی اور جدید علوم کو سمجھ کر حاصل ہوتا ہے۔ اگر ہم
اس کارخانے میں جاری و ساری مظاہر فطرت کا علم ہی نہیں
رکھیں گے تو بھلا اس کی حفاظت اور اس کا نظم کیونکر سنبھالیں گے۔
یہی وہ ”علم الاشیاء“ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کو عطا کیا تھا، آج اگر
ہم ان سے منہ موڑتے ہیں تو کیا ہم کفرانِ نعمت، ناشکری اور
مشیت خداوندی کی خلاف ورزی کے مرتکب نہیں ہو رہے؟ کیا
اس عظیم الشان کارخانہ قدرت کا نائب یا خلیفہ ایسا ہو سکتا ہے کہ



تحفظ ماحول: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

پروفیسر محمد اجمل (ایم یو) علی گڑھ

سرزمین پر آنے سے پہلے ماحول نہایت صاف ستھرا، خاص، خوبصورت اور صحت مند تھا مگر حضرت انسان کے زمین پر تشریف لاتے ہی اس میں آلودگی شروع ہو گئی اور جیسے جیسے انسان کی ضرورتوں میں اضافہ ہوا، یہ آلودگی بھی بڑھتی گئی اور اس کے نتیجے میں جو حال ہوا ہے ہم سب کے سامنے ہے۔ اس سے یہ بات قطعی ثابت ہے کہ قدرت نے انسان کے لیے صاف ہوا، صاف پانی اور صاف زمین بنائی ہے اور اس نظام میں ایک حد تک خود کو صاف کرنے کی طاقت بھی ہے لیکن انسان تو ہر معاملے میں حد سے تجاوز کرتا جا رہا ہے جس سے وہ خود اپنی زندگی کے لیے خطرات پیدا کر رہا ہے اور اس کو مشکل بنا رہا ہے

ماحول کے توازن کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے ترجمہ: ”اللہ نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کو قوت دی، سورج اور چاند حساب کے ساتھ چلائے۔ پودے اور بیڑی کے مطیع ہیں اسی نے آسمان کو اونچا کیا اور میدان قائم کر دی۔ اس کا تقاضہ ہے کہ تم میدان میں غصہ نہ ڈالو۔“ (سورہ 55، آیت 8) ان آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک منظم، پاک و صاف ماحول پیدا کیا جس میں سورج اور چاند زمین اور آسمان بنائے اور انسان کو متنبہ کیا کہ اس توازن کو نہ جھاڑو۔ مگر خود غرض انسان نے اس کو نہ است اور نہ اس پر عمل کیا اس کا نتیجہ آج کے دن ہمارے سامنے آتا رہتا ہے۔ کبھی تو چاند میں چادر ہیر پھیلنے سے مچھلیوں کی تباہی کی صورت میں، کبھی جویوں میں زہریلی گیس کے پھیلنے سے نہاروں انسانوں اور جانوروں کی موت اور ان کے معذور ہوجانے کی شکل میں۔

پانی اور زندگی کا بہت سبب تعلق ہے اور دونوں لازم و ملزوم ہیں اس کے متعلق قرآن میں اس طریقے سے آتا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں بہت تیزی سے صنعتی ترقی ہو رہی ہے۔ تاہم ترقی کے ساتھ ساتھ یہ صنعتیں ایک طرف تو انسان کی زندگی کو خوبصورت اور پرکشش بنا رہی ہیں مگر دوسری طرف اس کی زندگی کے لیے خطرات بھی پیدا کر رہی ہیں۔ زندگی کو بہتر بنانے کے لیے انسان کو جن اشیاء کی ضرورت پڑی اس نے ان کو ایجاد کر لیا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ مگر اس صنعتی ترقی سے یہ کہاوت بالکل الٹ گئی ہے۔ اب ایجادات ضرورت کے لیے نہیں ہو رہی ہیں بلکہ ایجادات کے لیے ضروریات پیدا کی جا رہی ہیں اس لیے اب اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ایجاد ضرورت کی ماں ہے۔ ان ایجادات کا جو برا اثر ہمارے ماحول پر پڑ رہا ہے شاید ابھی اس کا پورا احساس نہیں کیا گیا ہے۔ جدید صنعتوں کی وجہ سے ہوا اور پانی میں سلودگی روز افزوں ہو رہی ہے۔ اس وقت بھی اگر صاف پانی پینے کو اور صاف ہوا سانس لینے کو مل جائے تو یہ خداوند کریم کی ایک بڑی نعمت ہے کیونکہ جتنا وقت گزرتا جا رہا ہے پانی اور ہوا میں اتنی ہی آلودگی بڑھتی جا رہی ہے۔

اگر انسان اپنی زندگی کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق قرآن و حدیث سے کچھ سبق لے کر گزارا تو حالات قطعاً خراب نہیں ہوتے۔ مگر افسوس کہ آج ہم صاحب قرآن ہوتے ہوئے بھی اس کے معنی مفہوم سے بے بہرہ، لاپرواہ یا بے حس ہیں۔ جب ہم اس پر عمل پیرا نہیں ہیں تو بھلا دوسروں کو اس طرف کیونکر راغب کریں گے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ آنے والا کل خطرناک سے خطرناک تر ہوتا جا رہا ہے۔

اسلام ایک مکمل طریقہ حیات کا نام ہے۔ جس میں پیدائش سے قبر میں جانے تک ہر ایک قدم پر کیا کرنا چاہیے اور کیسے کرنا چاہیے اس کا طریقہ موجود ہے۔ انسان کے اس



زمین کی زرخیزی میں اضافہ ہو جاتا ہے اس میں کارفرما نظام قدرت پر غور کیجئے تو حیرانی ہوتی ہے۔ بارش کے زمانے میں جب بھل چسکتی ہے اور بادل گرجتے ہیں تو اوپر فضا میں درجہ حرارت بڑھتا ہے۔ اس درجہ حرارت پر ہوا میں موجود نائٹروجن اور آکسیجن آپس میں عمل کرتے ہیں اور نائٹروجن کے آکسائیڈ پانی کے ساتھ مل کر پودوں کی بہترین خوراک بناتے ہیں اور زمین پر گر کر جذب ہو جاتے ہیں اور بیڑ پودوں کی نشوونما کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے بارش کے پانی کو زندگی دینے والا پانی کہا ہے۔ سخت گرمی کے بعد جب بارش ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ خشک ویران زمین کس قدر ہری بھری ہو جاتی ہے اور واقعی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بارش نے ہم کو زندگی بخشی ہے۔ بارش کے نہ ہونے سے انسان کتنا ایس ہوتا ہے اور بیڑ پودے مر جھائے ہوتے ہیں، چرند و پرند پریشان ہوتے ہیں بارش ہونے سے سب جاندار خوش ہو جاتے ہیں، بیڑ پودل پر ہریلی چھا جاتی ہے۔

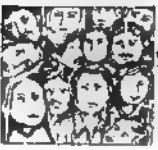
آلودہ پانی، حضور ﷺ نے اس پانی کو بتایا ہے جس کا رنگ بدلا ہو، مزہ خراب ہو اور اس میں بدبو آتی ہو (بخاری شریف) تالاب کے پانی کے متعلق ام محمدؓ نے فرمایا ہے کہ اگر اس میں انتہائی ہو کہ اس کے ایک کنارے پر کوئی پتھر ڈال کر لہریں بنائی جائیں اور وہ دوسرے کنارے تک نہ پہنچیں تو ایسے تالاب کا پانی صاف ہو گا۔ اور اگر اس میں جانوروں کا فضلہ ڈال بھی دیا جائے تو بھی تالاب کا پانی صاف ہو گا جیسے کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ پانی میں خود کو صاف کرنے کی طاقت ہوتی ہے اور یہ طاقت پانی کی مقدار پر منحصر ہے اگر پانی زیادہ ہو گا تو اس کی یہ طاقت بھی زیادہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اس تالاب کا پانی جس کی لہریں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک نہ پہنچ سکیں صاف ہو گا۔ اور یہ بات ممکن تب ہی ہوگی جب کہ اس میں پانی کی مقدار زیادہ ہوگی۔

ہوا کی آلودگی اس وقت سے شروع ہوئی جب انسان نے کوئلہ کو ایندھن کی طرح استعمال کرنا شروع کیا۔ پٹرول کا علم ہونے اور ایندھن کے لیے اس کا استعمال شروع ہونے کے ساتھ یہ آلودگی اور بھی بڑھ گئی۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ حالت دن بہ دن خراب ہوتی جا رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پٹرول

(ترجمہ) ”کیا ان کا فرد کو یہ معلوم نہیں کہ آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے دونوں کو (اپنی قدرت سے) الگ کیا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار شے کو پیدا کیا“ (سورہ 21 آیت 30) ”اور اللہ تعالیٰ ہی نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا پھر ان میں بعض تو وہ جانور ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ان میں ہیں وہ دو پیروں پر چلتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو چاروں پیروں پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (سورہ 24 آیت 45)

ان آیات سے پانی میں رہنے والی جاندار اشیاء کا پتہ چلتا ہے اس میں کچھ جانور تو ایسے رہتے ہیں جو کہ نظر آتے ہیں اور کچھ ایسے چھوٹے چھوٹے جاندار ہوتے ہیں کہ جو آنکھوں سے نظر بھی نہیں آتے۔ یہ جاندار پانی کو صاف رکھنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اگر پانی میں کوئی گندگی ڈالی جائے جیسے کوئی مرا پودا پانی میں ڈالا جائے یا اس میں کوئی چھوٹا موش یا بواہر ڈال دیا جائے تو یہ چھوٹے چھوٹے خوردبینی جاندار (Microbes) اس کی گندگی کو کاربن ڈی آکسائیڈ وغیرہ اور پانی میں حل پذیر کیمیائی مادوں میں بدل دیتے ہیں اس سے پانی صاف ہو جاتا ہے اور اس کی گندگی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ پانی کی خود صفائی کی قوت ہے جو کہ قدرتی نظام میں موجود ہے اس نظام پر غور کیجئے تو قدرت کے کمال اور نظام قدرت کے مکمل ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ پانی ہم کو بارش کے ذریعہ ملتا ہے اور بارش کا پانی سب سے زیادہ صاف ہوتا ہے یہ پانی دریاؤں میں بہتا ہے اور جمیلوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ دریاؤں سے یہ پانی سمندر میں پہنچتا ہے جب تک یہ پانی زمین پر رہتا ہے اس میں آلودگی بڑھتی جاتی ہے۔ بارش کے پانی کے متعلق قرآن میں آتا ہے۔ (ترجمہ) ”پھر آسمان سے پاک پانی ہول کر تارتا ہے۔“ (سورہ 25 آیت 47) اس آیت میں بارش کے پانی کی صفائی اور پاکیزگی بتائی گئی ہے۔ ایک جگہ اور قرآن میں بارش کے پانی کے متعلق کہا گیا ہے: ترجمہ ”اور بادلوں سے لگاتار بارش برساتی تاکہ اس کے ذریعہ سے غلہ اور بنیزی اور گھنے باغ اگائیں۔“ (سورہ 78 آیت 13)

ہم یہ بات اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ بارش سے



کر رہیں گے۔“ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اس شیطان کو جس نے اللہ کے بجائے اپنا دوسر پرست بنالیا وہ صریح نقصان میں پڑے گا۔“ (سورہ 4 آیت 119)

رفتارِ زمانہ پر غور کیجئے تو صاف نظر آتا ہے کہ انسان مستقل شیطانی حرکتوں میں لگا ہوا ہے اور ہوس و خود غرضی میں اس قدر غرق ہے کہ واقعہً اس نے جانوروں کو مات کر دیا ہے۔ کیا ایک صنعت کار اس بات پر ذرا بھی غور کر رہا ہے کہ اس کی صنعت سے جو فضلات نکل رہے ہیں اس سے خلقِ خدا کو کس قدر نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس کو تو صرف اس بات سے غرض ہے کہ وہ اپنی صنعت میں کم سے کم پیسہ لگا کر زیادہ سے زیادہ نفع اٹھالے اور یہ کام جتنا جلد ہو سکے کر یا جائے پھر پتہ نہیں وقت طے نہ ملے۔ سائنسی ترقی نے زراعتی میدان میں ترقی کے بھی سبائے خواب دکھائے اور زیادہ پیداوار والے کھاد تیار کر کے کاشت کاروں کو دیے چنانچہ کاشت کار بھی اپنی کمیتی پر زیادہ سے زیادہ کیمیائی کھاد اور جراثیم کش دواؤں استعمال کر کے اپنی پیداوار بڑھا رہا ہے مگر ان سے ماحول میں جو آلودگی پیدا ہو رہی ہے اسے اس کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ وہ ان کے نقصانات سے بالکل ناواقف ہے۔ دنیا کے زیادہ تر ممالک نے CDDT اور اس طرح کی دوسری جراثیم کش دواؤں پر پابندی لگا رکھی ہے کیونکہ ان کے نقصانات سامنے آچکے ہیں۔ مگر ہمارے ملک میں یہ کیمیائی کھادیں برابر استعمال ہو رہی ہیں۔ یہ دواؤں بارش کے دوران ہمارے کھیتوں سے بہ کر دریاؤں میں جاتی ہیں اور وہاں کے پانی کو آلودہ کرتی ہیں۔ اسی آلودہ پانی کو انسان اور جانور پیتے ہیں اور یوں بہت سے خطرناک اور نقصان دہ مادے انسانی جسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے ہمارا پورا اہتمام ذمہ دار ہے جس میں حکومت، انتظامیہ اور سائنس دان سب شامل ہیں۔ اسلام نے جو پاک اور صفائی کی تعلیم انسان کو دی ہے اس کی مثال ملنا ناممکن ہے، حدیث شریف میں آیا ہے: ”اپنے آپ کو پاک و صاف رکھو ہر ممکن طریقے سے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد پاک اور صفائی پر رکھی ہے۔“

سے چلنے والی موٹر گاڑیوں کی تعداد ہر شہر میں دن دو دن رات چوگنی ہوتی جا رہی ہے۔ اگر ان سب گاڑیوں کے انجن کی صفائی و تفتوح ہوتی ہے تب یہ آلودگی کم ہو سکتی ہے مگر ہمارے یہاں تو گاڑی کے انجن کی صفائی اس وقت کرائی جاتی ہے جبکہ گاڑی سڑک پر بالکل چلنا بند کر دیتی ہے۔ اگر گاڑی کا کار بورنر اور انجن صاف نہیں ہے تو اس میں پٹرول بھی پوری طرح نہیں جلتا اور اس کی وجہ سے اس سے زہریلی گیسیں نکلتی ہیں جو کہ ہماری صحت کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں۔ ہوا میں اس آلودگی کی بیشمن گوئی قرآن نے آج سے چار سو سال پہلے کر دی تھی۔ ترجمہ: ”اچھا انتظار کرو اس دن کا جب آسمان صریح دھواں پیسے ہوئے آئے گا اور وہ لوگوں پر چھ جائے گا۔ یہ ہے دردناک زلزلہ“ (سورہ 44 آیت 10-11)

اس میں شک نہیں کہ ہوا میں اس حد تک بڑھی ہوئی آلودگی میں ہمارے ذرائع نقل و حمل اور صنعتی ترقی کو سب سے زیادہ دخل ہے۔ ان کی وجہ سے بڑے شہروں اور بعض صحرائے آبادی والے علاقوں میں ہوا کی آلودگی اتنی ہے کہ سانس لینے کے لیے آکسیجن میسر نہیں ہے اور یہ آلودہ ہوا نہ صرف انسانوں کے لیے مضر ہے بلکہ پتھر پودوں کو بھی سخت نقصان پہنچاتی ہے اور ہندوستان ایک دردناک عذاب کی صورت اختیار کر رہی ہے۔ کو سے چلنے والے بجلی گھر ہمارے لیے مصیبت بنے ہوئے ہیں ان کی چیمینوں سے نکلنے والا دھواں ہوا کو آلودہ کرتا ہے۔ ان سے نکلنے والا فضلہ پانی کو آلودہ کرتا ہے۔ اور کو کی راکھ ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے کہ اس کو کس طرح دور کہیں ٹھکانے لگایا جائے۔

انعام قدرت میں انسان کی مداخلت سے ماحول میں آلودگی بڑھی ہے۔ قرآن نے اللہ کی بنائی ساخت یا اس کی تخلیق میں تبدیلی کو ایک شیطانی حرکت سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ کلام پاک میں ذکر ہے۔ شیطان اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے: (ترجمہ) ”میں انھیں بہکاؤں گا، میں انھیں آرزوؤں میں الجھادوں گا، میں انھیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان کاٹیں گے (پھڑکیں گے) اور میں انھیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدا کی ساخت میں رد و بدل



ماحولیات کا تحفظ۔ اسلامی نقطہ نظر

آفتدار حسین فاروقی، لکھنؤ

یہ آیت بہت صاف طور پر ظاہر کرتی ہے کہ اس کرۂ ارض کا ماحول (Environment) اصل میں خدا کی ماحول (Divine Environment) ہے چنانچہ ماحولیات میں دخل اندازی اور بے جا تبدیلی ایک ایسا عمل ہے جو خدا کی نظام کی خداف و ریزی ہے۔ انسان اکثر اسی غفلت کی بنا پر اللہ کو ماحول سے الگ کر کے اپنے تصور میں لاتا ہے۔ گویا روحانیت اور مادیت دونوں جدا جدا ہیں، چنانچہ وہ حول کا غلط استعمال شروع کرتے ہوئے اس میں موجود توازن کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ایسا کرنا قرآنی الفاظ میں زمین پر فساد برپا کرنا ہے جس کے لیے یوں فرمایا گیا (ترجمہ) ”اور مت چاہ فساد بیج زمین کے، بیشک اللہ دست کنیں رکھتا فساد کرنے والوں کو۔“ (سورہ القصص: 77)

ماحولیات کی حفاظت انسان کے لیے لازمی اس لیے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس سر زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ اس وعدے کے ساتھ کہ وہ اس دنیا میں اللہ کی حکومت قائم کرے گا۔ فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ فرماتا ہے ترجمہ: ”اور ضرور میں بناؤں گا ایک نائب۔“

(سورہ البقرہ آیت: 30)

لیکن یہ ذہن نہیں رہے کہ جہاں ایک طرف اس سر زمین پر انسان کو اللہ کا نائب (خلیفہ) مقرر کیا گیا ہے وہاں دوسری جانب وہ اس کا ظلام (عبد اللہ) بھی ہے۔ تو کیا وہ اس کی جانب سے حکومت تو کر سکتا ہے لیکن نظام قدرت میں تبدیلی کا حق نہیں رکھتا ہے۔ وہ اللہ کی پیدا کردہ نعمتوں سے مستفید تو ہو سکتا ہے لیکن ان نعمتوں کے توازن کو بگاڑنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے۔ اللہ نے ”انسان کو بہترین انداز (توازن) کے ساتھ پیدا کیا ہے“ (سورہ المستن: 4) اور وہ (انسان) جس طرف منھ کرے گا اصر ہی اللہ کا رخ پائے گا۔ (سورہ البقرہ 115) ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان کی ہر

میسوس صدی کی حیرت انگیز سائنسی کامیابی اور صنعتی ترقی نے جہاں ایک طرف انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں سہولتوں اور آسائشوں کی فراہمی کو عام کر دیا ہے وہاں دوسری جانب چند ایسے مسائل بھی پیدا کر دیے ہیں جن کی بنا پر اقبال کا یہ خواب پورا ہوتا نظر نہیں آتا کہ۔

”یہ نونا ہوا تارہ مہمہ کامل نہ بن جائے“

صنعتی ترقی سے پیدا شدہ مسائل اتنے پیچیدہ ہیں اور ان کے حل اتنے دشوار ہیں کہ ساری دنیا کی حکومتیں انتہائی پریشان ہیں۔ دشوار حضرات انتہائی مفکر ہیں اور حوام میں بے چینی ہے۔ ان مسائل میں سب سے اہم مسئلہ اور بڑی حد تک خطرناک مسئلہ ماحولیات کے توازن کا بگڑنا ہے۔ وہ توازن جو انسانی بقا کے لیے لازم ہے، وہ توازن جو جاندار اور بے جان کے درمیان لاکھوں سال سے موجود رہا ہے، وہ توازن جو انسان اور حیوان کے بیچ رہا ہے اور جس میں نباتات کا نظیریہ روں رہا ہے انسان، جنگلات، پہاڑ اور ان کو گھیرے میں لیے ہوئی فضا میں۔ یہ سب ہی ایک خاص اندازہ مقدار اور حدود میں ایک دوسرے کے لیے لازم و موزوم ہیں اور قدرت کے نظام کا لازمی حصہ ہیں۔ ان میں کسی ایک کا کمزور پڑنا یا کم ہو جانا دوسرے کے لیے مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے اس توازن کے بگڑنے میں انسان کا حصہ دار ہونا ایک گناہ ہے اور قدرت سے ٹکرانے کے مترادف ہے۔ اس گناہ کی طرف بہت واضح اشارے قرآن و حدیث میں موجود ہیں جن کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

اسلامی نظریہ کے اعتبار سے اللہ سارے جہان پر محیط ہے دین کی ہر شے اس کی موجودگی کا احساس دلاتی ہے۔ قرآن ارشاد ہے کہ: (ترجمہ) ”اور اللہ کی ملک سے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تمام چیزوں کا حاطہ فرمائے ہوئے ہے۔“ (سورہ النساء: 126)



شے، انسان کے لیے مسخر تو کر دی گئی ہے۔ اس کی بابت فکر کرنے اور اس کے موزوں استعمال کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ لیکن اس کے توازن میں تبدیلی نہ کرنے کی تنبیہ بھی دے دی گئی ہے۔

قرآنی ارشادات کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ماحولیات کے تحفظ کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ اس طرح ہدایت دیں کہ عام مسلمانوں نے نباتات اور حیوانات (Flora And Fauna) کی حفاظت کو ایک اسلامی شعار سمجھا۔

نخلستان، باغات، ندیاں، جھرنے، چرند اور پرند غرض کہ ہر چیز ان کے لیے Divine Environment کا حصہ بن گئی۔ غزوات میں اس بات پر خاص خیور رکھا جائے گا کہ دور الہ جنگ اور محرم کہ آرائی نکھتوں اور ہرے درختوں کو نقصان نہ پہنچے پائے۔ جانوروں

اور پرندوں کا شکار بلا ضرورت شوق (Sports) کے طور پر کرنے کا چلن ختم کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کی اس ضمن میں بہت واضح ہدایات مسلمانوں کے پاس تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر جہاں پیاسے جانوروں کو پانی پلانے کے عمل کو قابل ثواب عمل قرار دیا وہاں یہ بھی بتلایا کہ پودوں کو پانی دینا بھی ایسا فعل ہے جیسا کہ پیاسے آدمی کو پانی پلانا۔ درختوں کے لگانے کو صدقہ بتلایا۔ صحیح

مسلم کی ایک حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان کوئی درخت لگائے گا اور اس میں (پھل یا چارہ) سے کوئی انسان یا جانور کھائے گا تو بونے والوں کے لیے وہ قیامت باعث ثواب (صدقہ) ہوگا۔“ (روای: حضرت جابر بن عبد اللہ)

درختوں کے بلا ضرورت کاٹے جانے پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی شدید ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک صحابی کو سدر (انگریزی Cedar) کی لکڑی سے بنے

دروازہ سے ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ: ”یہ ایک بدعت (لعت) ہے۔“ (سنن ابوداؤد)

حضرت حسان بن ابراہیم سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے مکہ میں کسی کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی سدر (Cedar) کاٹنے والوں پر ”(کتاب اذہب سنن ابوداؤد)

حضرت عبد اللہ بن حبشی یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سدر کا درخت کاٹے گا اللہ اس کو سر کے بل لوندھے جہنم میں گرا دے گا۔“ (سنن ابوداؤد)

ماحولیات (Environment) کو خدا کی ماحولیات (D.vine Environment) تصور کرنا عین اسلامی طرز فکر ہے۔ افسوس کہ مادیت میں غرق مغرب کی ترقی یافتہ تہذیب میں اس حقیقت کو

نہ سمجھا جاسکا اور مادہ پرستی کے اثر میں ماحولیات کو اس قدر نقصان پہنچا دیا کہ کی طائفی بظاہر ممکن نظر نہیں آتی۔ دوسری جانب مشرقی قوموں میں بالعموم اور مسلم اقوام میں بالخصوص مادیت سے بیزاری اتنی بڑھی کہ ماحولیات کا جاننا بھی ان کا

فریضہ نہ رہا۔ ان کے نزدیک صرف چند رسوم ہی روحانیت اور خدا کی خدمت کا ذریعہ بن گئیں۔ قدرت کے نظام میں حصہ لینا، زمین و آسمان کے اسرار کو سمجھنا ان کے نزدیک مادہ پرستی ہو گئی۔ بہر حال اب وقت آگیا ہے کہ ماحولیات کے تحفظ کو دینی عمل سمجھا جائے اور مادیت اور روحانیت کو ساتھ لے کر کرنا فرض کو عہد کامل بنانے کا عزم کیا جائے۔

جگر، معدہ اور آنتوں کی خرابی سے پیدا ہونے والے امراض کے لیے ایک کامیاب شربت ہے۔ بھوک کی کمی، پیٹ کی گرانی، اچھار، گیس پیٹ کا درد، ہضمی اور آنتوں کی کستی کے لیے حیدر نافع ہے۔ جگر، طحال، معدہ اور آنتوں کی اصلاح کر کے طبعی افعال کو بحال کرتی ہے۔

سی کو



THE UNANI & CO

MANUFACTURERS of Unani Medicines

Approved Suppliers of Unani Medicines

930 KUCHA, ROHULLAH KHAN, DARYA GANJ, NEW DELHI 110002

Phone

3277312, 3281584



انجام

انجم دتیاوی
(ایڈوکیٹ لائیو (ایم۔ پی)

مجیدگی سے دست سترگار اپنے دیکھ
شیرازہ جہاں کو بناتے ہیں پر خطر
برق تپاں محفظہ گلشن تری بنیں
قدرت کے ہر اصول کو کرتی ہے درگزر
ادان زیت ہر طرح کرتا رہا ہے چاک
اوزون کی پرت کے بھی گلے اڑائے ہیں
چاروں طرف بڑھائے ہلاکت کے دائرے
تجھ کو رہا نہ گل سے نہ گلشن سے واسطہ
خود چل پڑا ہے اپنی ہلاکت کی راہ پر
حیرت سے دیکھتی ہے تپائی کا ہاکھن

ہو ہم بصیرت اگر کردار اپنے دیکھ
افعال ناروا ترے باطل کے ہمسفر
شعلوں کی زد میں رہ کے بھاکہ ہیں حشریں
ماحولیات سوز مقرر تری نظر
سائے کی جستجو میں اڑاتا ہے سر پہ خاک
آتش فشاں بھی زیر زمیں خود جگائے ہیں
خطرہ ہے آسمان سے دہشت زمیں سے ہے
افسوس عقل و ہوش پہ پھلایا ہے وہ نشہ
ویرانیاں ہیں تجھ کو مٹانے کی منظر
ہر روز صبح نو کی چمکتی ہوئی کرن

سانسیں تولے رہا ہے فنا کی فضا تلے
انسان ! اپنی نسل کا انجام سوچ لے

— ہے —

معاشی ماہرین نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ
خوشحالت لامحدود ہیں اور ان کو پورا کرتا ہمارے اختیار میں نہیں
لہذا بجائے وسائل کا بے جا استعمال کر کے خوشحالت کے رد میں
بننے کے ان کو لگام لگائیں اور اس کو بحال رکھیں اور پھر اپنے آپ کو
زہریلے اختتام سے بچائیں۔ یعنی بجائے بیش طلب زندگی کے،
سادگی اپنا کر ہم باقی انسانوں کے لیے مشعل راہ بن سکتے ہیں۔
ہماری جو بساط اور توفیق ہو اس کے مطابق اپنے گھر اور اپنی ذات کو
تو مثال بنایا جاسکتے ہیں۔ حالانکہ ہماری کاوش ایک بڑی سنگ کو
بجھانے کے لیے ایک قطرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر اللہ کے
ساتھ جو بات چلی سے گلو خلاصی تو ہو ہی سکتی ہے۔ ساتھ ہی
فرض اور ذمہ داری بھی ادا ہو سکتی ہے۔ اللہ کو ہماری فکر پسند آتی تو
ہماری باتوں اور عمل کو دنیا میں پھیلانے پر اسے مطلق اختیار ہے
اور وہ اسی کو روکنے زمین کو بلاست سے بچانے کا ذریعہ بنا سکتا ہے۔

بقیہ : ہزاروں خوابشیں ایسی)۔۔۔

ہم مسلمانوں کو اللہ نے اس دنیا میں دوسرے انسانوں کے
لیے ”خیر“ اور دنیا میں اپنا عیشہ بنا کر بھیجا مگر ہم بھی لوگوں کی
صف میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ ہم سے انسانیت کو فیض حاصل
ہونا تھا مگر ہم خود اللہ اور اس کی کتاب جو علم کا خزانہ ہے، اور اپنے
نبی کی سنتیں جو ہمارے اعمال کے لیے مشعل راہ ہیں ان کو بالا
ئے طاق رکھ کر اوروں کی طرح مادیات اور بیش عشرت کے پیچھے
پڑ کر اپنے نصب العین کو بھلا بیٹھے ہیں۔ نتیجہ ہمارا بھی وہی حال
ہے جو کبھی ہماری ترقی کے دور میں اوروں کا تھا۔ ہم ایک بار پھر
سمجھ لیں کہ اللہ نے ہماری خواہشوں کو پورا کرنے کی جگہ جنت کو
بتلایا ہے یہاں کی زندگی کو ضرورت (چائز) پوری کرنے اور اس
کے حکموں پر چلنے اور دوسروں کو اس کی دعوت دینے کے لیے بنایا



ڈاکٹر عبد المعز شمس

پوسٹ بکس نمبر: 888 مکہ مکرمہ

ایک خط سماج کے نام

پر قوم کی عظمت و رفعت کی بنیادیں استوار کی جاتی ہیں۔ جس عمارت کی بنیادیں کمزور اور کھوکھلی ہوں گی، اس کے گرنے میں کہاں کسراہتی رہ سکتی ہے۔

ابھی امریکہ کے شہر کولارڈو (Colorado) میں دو بچوں نے اپنے تیرہ ساتھیوں کو گولیوں سے بھون ڈالا اور اس کے بعد خود کشی کر لی۔ اس ہیبت ناک سانحہ سے متعلق خبریں روزانہ شائع ہو رہی ہیں۔ ابھی حساس دلوں کی دھڑکنیں کم نہیں ہوئی تھیں، محض وہ مظلوم بچوں کے والدین کے آنسو خشک نہیں ہوئے تھے کہ صرف آج کی خبریں دنیا کے مختلف کونوں سے شائع ہوتی ہیں۔ کولارڈو کی خبر کے بعد دوسری خبر میں بتایا گیا کہ کناڈا کے شہر تابر (Taber) میں ایک لڑکے نے Wirmysers نامی اسکول میں گولی چلا دی جس سے ایک لڑکا فوت کر گیا اور دوسرا تشویشناک حالت میں اسپتال میں پڑا ہے۔ تیسری خبر میں بتایا گیا ہے کہ نیویارک میں پانچ بچوں کو بروک لین اسکول کو بم سے اڑانے کی سازش رچانے کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔ چوتھی خبر میں بتایا گیا ہے کہ بڑی مشکل سے ایک سو سالہ طالب علم پر پولیس کے کتوں اور ہیلی کاپٹر کی مدد سے قابو پایا گیا ہے جو انگلینڈ میں Gloucester نام کے شہر میں کالج آف آرٹ اینڈ ٹکنالوجی کی لکڑی سے اندر بیٹھے طالب علموں پر گولی چلا کر بھاگ نکلا تھا۔

یہ خبریں نہ صرف امریکہ کی ہیں بلکہ ایسی بہتری خبریں دنیا کے ہر گوشے کی چھپتی رہتی ہیں اور نہ جانے کتنی بغیر چھپے رہ جاتی ہوں گی۔ چند دن قبل ایک خبر سعودی گزٹ میں تھی۔ اسی ملک میں تقسیم کے علاقہ میں ایک گاؤں میں دو بچوں نے اسکول کے ہیڈ ماسٹر پر گولیاں چلا دیں مگر سوائے اتفاق کہ ہیڈ ماسٹر نشانہ کا شکار نہ ہوا بچے پھرتے ہوئے۔

خود ہندوستان کے پایہ تخت دہلی میں تھرن کونزٹ کا ہولناک سانحہ پیش آیا۔ ان خبروں کی سیاسی ابھی خشک بھی نہیں ہوئی تھی کہ لکھنؤ میں اپنی پسند کی آئس کریم کے حاصل نہ

برادر محمد اکرم صاحب اسلام پر وزیر صاحب اسلام و احترام امید ہے مزاج گراں بخیر ہوگا۔ جون کے ماہ میں "اسلام اور ماحولیت" پر خاص نمبر شائع کر رہے ہیں یہ جان کر خوشی ہوئی۔ اس شمارے کے لیے کچھ لکھنے کو کئی بار بیٹھا مگر ہر بار کھو گیا۔ آخر کس پہلو کو نوک قلم کروں۔ حقیقتاً یہ کافی وسیع موضوع ہے اور اس پر تو کئی شمارے شائع ہونے چاہئیں۔

اس وقت رات کے بارہ بج رہے ہیں۔ کعبۃ اللہ کی زیارت حوائف کے بعد گھر آکر آپ کے جریڈے کے لیے لکھنے بیٹھا ہوں۔ حج کا موسم ختم ہو گیا ہے۔ تقریباً 20 لاکھ حجاج کرام فریضہ حج سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو واپس ہو چکے ہیں۔ حرم شریف میں عجیب سکوت اور خشوع و خضوع کا عالم ہے۔ آپ نے گزشتہ سال جہاں پر بیت اللہ میں عبادت و دعاؤں کے لیے جگہ کا انتخاب کیا تھا اتفاق سے وہیں پر مجھے بھی جگہ مل گئی اور آپ یاد آتے رہے۔ آپ کے لیے، آپ کے لائل خانہ کے لیے، ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے، پھر تمام عالم کے مسلمانوں کے لیے دعائے خیر کرتا رہا۔ آج یونیا کے بعد کو سو ظلم، تشدد کا شکار ہے۔ حرمین شریفین میں بدنامہ دعائیں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے سارے مسلمانوں میں اتحاد پیدا کر دے، محافظت فرمائے اور حقیقی طور پر اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آج صبح سعودی گزٹ کی ورق گردانی کر رہا تھا اس کے مختلف صفحات پر چار خبروں نے ذہن پر عجیب اثر کیا اور صبح ذہن کی اس کیفیت کو لیے آپ کے جریڈے کے لیے لکھنے بیٹھا ہوں سوچتا ہوں کیوں نہ اسے ہی موضوع کلام بنائوں کیونکہ ہمارے ماحول کا ایک اہم پہلو ہمارا اخلاقی، سماجی، تربیتی ماحول بھی تو ہے۔ جن خبروں نے میرے ذہن کو جھنجھوڑا ہے وہ نوجوانوں سے اور ان کی تربیت سے متعلق ہیں۔ معاشرے کی اصلاح کا دار و مدار بچوں کی حسن تربیت پر ہے۔ بچے قوم کا اہم سرمایہ ہوتے ہیں جس



جسے مجرموں نے خوب خوب دیکھا تھا۔ David Grossman جو امریکن فوج کے ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل ہیں اور جو اس سے قبل نفبت کے ایک ماہر استاذ رہ چکے ہیں، فرماتے ہیں کہ اس قسم کے ویڈیو گیمز بچوں میں قاتلانہ حملوں کی جھلک کو مناتے ہیں اور حقیقت میں اب یہ کھیل فوجی نوجوانوں کو کھلوائے جاتے ہیں تاکہ انھیں جنگ کے دوران ہندو کی لمبی کو دبانے کی ہمت اور حوصلہ فراہم کیا جاسکے۔ آگے یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کے کھیل بچوں کو قاتلانہ حملوں کے لیے تیار کرتے ہیں اور ایسے تجربوں سے تفریح کرنے کی ترغیب دیتے ہیں پھر فرماتے ہیں یقیناً ہر دیکھنے والا قاتل نہیں ہو جاتا جیسے ہر سگار نوش کو کینسر نہیں ہوتا لیکن تقریباً سبھی مریض ضرور بن جاتے ہیں۔

تشدد آمیز ویڈیو گیمز (Monsters) کا مقابلہ کراتے کرتے، غائبانہ طور پر انسانوں پر حملے کی تربیت دیتے ہیں۔ گاڑیوں کی دوز والے مقابلے میں کھینے والا پیدل چلنے والے راہگیروں، حتیٰ کہ عورتوں اور میساکھوں کے سہارے سڑک کے کنارے چل رہی عورتوں کو کھینے پر مجبور ہوتا ہے۔ ہمارے حساس کانوں اور آنکھوں کو سب سن کر اور بڑھ کر کیسا محسوس ہوتا ہے۔ یقیناً ایسے کھیل جو بچے کھیلتے ہیں وہ سوائے بیمار مزاج کے اور با بھی کیا سنتے ہیں۔

امریکہ گلوبل ویلج (Global Village) کا مکھیہ مانا جاتا ہے۔ وہاں کے بیشتر بچے نفسیاتی مریض ہیں۔ تقریباً ہر نفسیت کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ شدت سے نوجوانوں میں بڑے تشدد کا سبب ذرا بچ سے پھیلتا تشدد (Media Violence) ہے۔

ایک تحقیق کے مطابق عام امریکی بچہ دور کھ سے زائد فی وی پروگراموں میں تشدد دیکھتا ہے۔ جس میں سولہ ہزار قتل وہابی اسکول سے نکلنے سے پہلے ہی دیکھ چکا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ فلموں ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز میں تو وہ ملوث ہوتا ہی ہے۔

کچھ سال پہلے امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن نے تشدد پر قومی رپورٹ کارڈ پیش کیا جس میں ٹی وی، فلمیں، موسیقی اور کمپیوٹر اور ویڈیو گیمز کو D-Plus قرار دیا تھا اور بچوں کی تربیت، نوجوانوں اور ان کے والدین کو ان چیزوں سے بچہ ہونے والی تباہی سے بچنے کا اچھا ویشن کیا۔ AMA آج سے تقریباً چالیس سال قبل ٹی وی سے پیدا ہونے والے تشدد کی پیشین گوئی کر چکا تھا اور اس کے

ہونے پر ہاسکن روٹس کے اسٹال پر اس کے ایک غریب ملازم کو چار نٹے میں دھت لوجوانوں نے اپنی پستول کا نشانہ بنالیا۔

آخر یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ ہر حساس ذہن و دماغ میں سوا یہ نشان ابھر رہا ہے۔ ان حرکات کا محرک کون ہے؟ کیا ان سب واقعات کے ذمہ دار اور قصور وار صرف ہمارے بچے ہیں؟ خود بخود ان سوالات کے جوابات بھی بھر رہے ہوں گے۔ مگر ہم سب آج کی سوسائٹی سے تنفیہ کر چکے ہیں اور اسے گردش لیل و نہار کا جزمان چکے ہیں۔ اگر ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لیے غور فرمائیں تو بچوں کے بعد سب سے بڑے قصور وار ان کے والدین ہیں چونکہ اس سماج میں پرورش پانے والے بچوں کو ان کے والدین کی طرف سے صحیح رہنمائی حاصل نہیں ہو پاتی۔ بچوں کے معصوم لیکن سرعت کے ساتھ قبول کرنے والے دماغ پر جو اثر گھر کے بدنامی، حول میں مرتب ہوتے ہیں وہ ان کے تاحیات مجموعی مزاج کا اہم حصہ بن جاتے ہیں۔ لہذا یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ گھر بچے کا وہ پہلا مدرسہ ہے جہاں سے مننے والی تعلیم و تربیت پورے معاشرے کی تہذیبی قدروں کا محرک اول ہے۔

اور پھر یہ حقیقت نہ صرف کسی عام یعنی غیر معاشرے پر صادق آتی بلکہ ایک اسلامی معاشرے کے لیے تو از حد اہمیت کی حامل ہے۔

دوسری ذمہ داری ذرائع ابلاغ اور جدید سہج کی ہے۔ آج کی سوسائٹی میں ٹی وی، وی سی آر، کمپیوٹر، سٹیلیٹ، ڈشیز، موبائل فون، وائرلٹریٹ زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔

یقیناً اس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا مگر افادیت سے کسی بزرگنازیہ وہ اس کے نقصانات ہیں جس کا تہمت ہم بھی دیکھ رہے ہیں۔ کیا یہ الیکٹرانک جنس زمین پر فساد نہیں پھیلا رہے۔؟

ابھی حال کے کلورڈو کے ہی واقعہ کو لے لیجئے جس کا محرک تشدد سے بھرپور ویڈیو گیم ہے جو آج امریکہ میں ہر زبان پر ہے ان میں ڈوم (Doom) یا کوئیک (Quake) سب سے اہم ہے



کر پھر ارض پر اسلام و محد مذہب ہے جس میں بچوں کی تربیت و تعلیم پر خاصہ زور دیا گیا ہے۔ اسلام معاشرے میں برائی پھیلنے سے روکنے کی تدبیر بتاتا ہے اور نہ بچے پر عذاب کا اعلان کرتا ہے:

(ترجمہ): ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا اندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تندہ اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انھیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔“ (سورہ تحریم: آیت 66)

یقیناً اس دور میں بچوں کی پرورش ایک مشکل کام ہے اور دھارے کے برعکس چلنے کے مصداق ہے۔ ماں باپ، استاد اور معاشرہ اس پود کی تربیت کے بارے میں اللہ کے حضور جواب دہ ہیں۔ اگر وہ اچھی تربیت کریں گے تو بچے بھی پورے خود بھی دنیا و آخرت میں سعادت مند ہوں گے اور اگر تربیت میں غفلت برتی گئی تو بچے بد بخت بن جائیں گے اور اس کا بار اگلی گردن پر ہو گا۔

بچوں کی پرورش اور تربیت ایک اہم ذمہ داری ہے۔ کتنے والدین اپنے بچوں کو اسلامی شناخت کے لیے تیار کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(ترجمہ): ”اے ایمان لانے والو تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ (سورہ البقرہ: 208)

قرآن اور سنت کی پیروی ایک سخت عمل ہے۔ سخت محنت اور قربانی درکار ہے۔ اس میں کچھ مشکلیں آئیں گی مگر ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلنے سے بہتر ہے کہ اپنے گھر، معاشرے کو پوری طور پر اسلام میں آنے کے لیے تیار کیا جائے۔ خود کو اور بچوں کو ہولناکی سے بچایا جائے۔ اسلام کے مطابق شب و روز کی پروگرامنگ کی جائے۔

والدین منفی دنیا کے اثرات سے بچوں کو نکال نہیں سکتے اور نہ ہی پوری طرح دنیا سے الگ ہو کر چل سکتے ہیں۔ جس وقت بچے دور اس پر اپنے کو محسوس کریں والدین اس وقت پشت پناہی کو (باقی صفحہ 12 پر)

تاثرات پر 1950ء میں روشنی ڈالی تھی۔ 6 ستمبر 1952ء کے شمارے میں اس کے ایڈیٹر نے جمعی جرم اور خوفناک مناظر سے بچوں کی جذباتی اور جسمانی صحت پر برے اثرات کے سلسلہ میں ہم کو متنبہ کیا تھا۔

تحقیق کے مطابق ٹی وی کی ایجاد کے دس سے چندہ سال کے دوران میڈیا تشدد و جرائم دو گئے ہو گئے۔ اس تحقیق کے بعد وہاں ”V-Chip“ قانون بنا جس میں ٹی وی بنانے والوں کو ہدایت دی گئی کہ والدین کو ٹی وی پر بچوں سے غیر متعلق پروگرام پر روک لگانے کا انتظام کرنا چاہیے۔

قانون اپنی جگہ مگر تشدد کی وارداتیں اپنی جگہ۔ اب معاملہ محض ٹی وی اور ویڈیو گیمز تک محدود نہیں بلکہ اس سے کہیں آگے انٹرنیٹ (Inter net) بھی ہے۔ اس وقت امریکہ کے والدین ایک ایسی کش مکش میں مبتلا ہیں جس سے نجات ممکن نہیں۔ مسئلہ صرف امریکہ کا نہیں بلکہ سات سمندر پار کا کلچر اب ہمارے خطہ ارض میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ زہر ہمارے صلب میں سرایت کر گیا ہے۔

Toy Story Lion King عربی زبان میں نہایت خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے Disney کا جلاوہ ہمارے نو خیز بچوں کے ذہن پر سوار ہے۔ کچھ والدین اس سے مطمئن ہیں کہ آج کا کلچر ٹون ہمارے بچوں کی فکر میں وسعت پیدا کرتا ہے اور اس سے بچوں کا ذہن اور اس کا رد عمل بڑھتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بچے اس عمر میں اسکرین اور حقیقی زندگی کے درمیان فرق کو نہیں سمجھ سکتے اور کچھ دنوں بعد یقین کرتے دیکھتے ہیں کہ کسی کے سر پر مارنا ایسا ہی ہے جیسے Bugs Bunny فلموں میں مارتا ہے۔ بد قسمتی سے فلمیں، کارٹون اور ویڈیو کے پر تشدد دیکھیل بچوں کی دنیا میں کتابوں کا متبادل سمجھے جا رہے ہیں۔

کچھ دنوں قبل کا کس پڑھنے کا شوق پیدا کر لیا گیا اور بچے کا کس کی دنیا میں کھو گئے۔ الماریوں کی الماریاں کا کس سے بھر گئیں۔ درحقیقت کا کس اور کارٹون سے عمدہ کتابوں کا بدل نہیں ہو سکتے۔ کارٹون، کا کس، ویڈیو گیمز اور فلمیں تشدد ہی نہیں دکھائیں بلکہ اخلاقی پستی، چوری، ڈاکہ زنی، شراب نوشی، دواؤں کا استعمال اور بدکاری کی طرف لے جاتی ہیں۔



کھجور

راشد حسین
ہالیوڈرگ سینی نئی دہلی

دوران جنگ نقصان نہیں پہنچانا چاہیے لیکن اب وہ خوب درخت اجاڑ رہے ہیں اور کاٹ رہے ہیں یہ صاف طور پر فساد فی الارض نہیں تو اور کیا ہے۔ اس پر مسلمانوں کو سخت رنج و الم کا احساس ہوا۔ تب اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ جس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے

کھجور کی تاریخ 5000 سال سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ یہ شاید ہندوستان یا عرب کا پودا ہے۔ لیکن تاریخ لکھے جانے سے بہت پہلے ہی یہ پوری دنیا میں پھیل چکا تھا۔ دنیا کے دیگر پرانے مذہب میں اس کا تذکرہ ملتا ہے اور یہ مقدس بھی ملتا جاتا ہے۔ ہندو حضرات اسے درگاپوجا میں استعمال کرتے ہیں یہودیوں کی Feast of Taber Nacles کھجور پر مبنی ہے عیسائیوں میں Palm Sunday تہوار بھی کھجور سے متعلق ہے۔ مسلمانوں میں تو اسے بہت ہی مقدس تسلیم کیا جاتا ہے۔

کھجور کا درخت بنیادی طور پر گرم علاقوں میں ہوتا ہے۔ یہ ان علاقوں میں بھی پھیل دیتا ہے جہاں پانی کم ہو۔ سعودی عرب اور شمالی افریقہ تو کھجور کا گھر ہیں۔ مشرق وسطیٰ اور ایشیائی ممالک میں کثرت سے پلایا جاتا ہے۔ عراق میں پانچ ہزار سال سے پرانی انیشیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں اس زمانہ میں کھجور کی آمیزش کی جاتی تھی۔ کھجور لمبائی میں 30 میٹر تک چلا جاتا ہے۔ کثرت سے ایسے علاقوں میں بھی پلایا جاتا ہے جہاں پانی 6 فٹ پر موجود ہو۔ فلج عرب کے اشرقیہ کے ساحلی علاقوں میں خاص طور پر اقصیٰ تاروت، انجیل اور اس تنوہ میں کھجور کے گھنے گھنے جنگل بنتے ہیں۔ کھجور کی تقریباً 60 قسمیں پائی جاتی ہیں۔

کھجور کا درخت جنس کے لحاظ سے مذکر اور مؤنث ہوتا ہے۔ مذکر کو پھل نہیں لگتا جبکہ اس کے دانے مؤنث، پودوں کو بار آور کرنے کے لیے ہوا یا باغبانوں کی کوشش سے پہنچائے

اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کا نام اسلام ہے زندگی بھی وہ جس میں حقوق اللہ بھی مد نظر ہوں اور حقوق العباد بھی۔ سب امن چین سے رہیں اور خوش رہیں عبادتِ ذراعت اور بہترین انتظامیہ ہو اور ساتھ میں اللہ کی عبادت بھی ہو کچھ اس طرح سے کہ گویا ہماری روزمرہ کی زندگی اللہ کی عبادت بن جائے۔ ایسا سب کچھ ہونے پر ہی ہم اندازہ کر پائیں گے کہ وہ کتنا عمدہ ماحول ہو گا جس میں یہ سب ہو۔ جس میں عبادت کے ذرائع اور آسانیاں بھی ہوں۔ دنیا سے متعلق آسانیاں بھی ہوں، سچ تو یہ ہے کہ جہاں اسلام پر عمل عمل ہو گا اور سوگ ”پورے کے پورے“ اسلام میں موجود ہوں گے وہاں بہترین ماحول ہو گا جس میں دنیا کی آسائشیں بھی ہوں گی اور افراط بھی ہوگی۔ اللہ نے اپنے کلام سورہ الرحمن میں تمہی کو ایک نعمت سے تعبیر کیا ہے۔ کھجور، عرب کی سر زمین کا خاص درخت ہے اس لیے اس کا تذکرہ تو سب سے زیادہ ہے (تقریباً 20 جگہ) سورہ الحشر کی ایک آیت تو کھجور کے درختوں کو لے کر ہی ہے (ترجمہ) ”تم لوگوں نے کھجوروں کے درخت کا نیا ان کو کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا۔ یہ اذن اس لیے دیا تاکہ فاسقوں کو ذلیل خواہ کرے۔“ (سورہ الحشر: آیت نمبر 6) حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ سورہ الحشر غزوہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ صحیح روایت کے مطابق یہ غزوہ ربیع الاول ۳ھ میں واقع ہوا۔ اس زمانہ میں جنگ کے دوران عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو مارنے کی اجازت نہیں تھی۔ پھل دار درخت کاٹنے کی بھی سخت ممانعت تھی۔ جب مسلمانوں نے کچھ درخت کاٹے جن کا کٹنا جنگی مصلحت کے پیش نظر ضروری تھا تو یہودیوں نے مسلمانوں پر الزام لگایا کہ مسلمان تو کہتے ہیں کہ کسی بھی پھل دار درخت کو



میں دو ٹامن لے اور پی بھی پائے جاتے ہیں۔

مزاج: گرم و خشک

افعال و مواقع استعمال: بچوں میں کھجور ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ یہ جسم کے ہر حصے کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔ یہ زخموں کو مندمل کرتی ہے، بلغم کو خدج کرتی ہے، قوت باہ کو بڑھاتی ہے، گردہ، مثانہ، پتلاور آنتوں میں قوتِ ج کے دردوں کو روکتی ہے، پیٹ کے کیڑے مارتی ہے، یہ اعصاب کی تقویت کے لیے بھی مفید ہے۔ اگر بلڈ پریشر اچانک کم ہو جائے یا کم بلڈ پریشر کا مرض ہو تو سوکھے خرمہ شہد میں ملا کر ایک روزانہ کے حساب سے کچھ دن مسلسل کھائے جائیں تو بلڈ پریشر کی کمی کی شکایت جاتی رہتی ہے۔ اگر اچانک بلڈ شوگر (Blood Sugar) کم ہو جاتی ہو تو کھجوریں کھجور ضرور رکھیں۔ اور وقت ضرورت استعمال کریں۔

تنبیہ: کھجوریں ہمیشہ اچھی قسم کی ہی استعمال کریں اور ایک وقت میں 50 گرام سے زیادہ استعمال نہ کریں۔

مشہور مرکبات: عجون اور خرمہ

نئی کریم علیہ السلام نے روزہ کھانے کے لیے ہمیشہ کھجور استعمال فرمائی۔ یہ اس کی افادیت کا بہت بڑا ثبوت ہے کیونکہ روزے کے دوران مسلسل فاقہ کی وجہ سے جسم میں تھکات ہوتی ہے۔ اس وقت ایک ایسی غذا کی ضرورت ہوتی ہے جو جامع اور سہل الهضم ہو۔ اس کا اثر فوری طور پر شروع ہو جائے اور کمزوری جاتی رہے، معدہ دن بھر خالی رہنے کی وجہ سے کسی بھاری چیز کو آسانی سے قبول نہیں کرتا۔ کھجور فوری طور پر ہضم ہو کر جگر کے لیے تقویت کا باعث بن جاتی ہے۔

یہ زخموں کو مندمل کرتی ہے۔ نفث الدم میں مفید ہے۔ اسہال کو دور کرتی ہے۔ برقان کے لیے بہترین ہے کیونکہ پٹہ اور جگر کے فعل کو درست کرتی ہے، اپنے بیش بہا فوائد کی وجہ سے اسے مسلمان سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ فوائد کے ساتھ ساتھ بھلائی کا ذریعہ ہے۔

کھجور سے متعلق چند احادیث یہاں منقول ہیں

(باقی صفحہ 48 پر)

جاتے ہیں۔ پھل شدید گرمی میں لگتا ہے جو کچھوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ ایسے درخت بھی ہیں جن کے ایک ایک گچھے میں ایک ہزار تک دانے ہوتے ہیں۔ درخت کی اوسط عمر 150 سال ہے۔ اس کا کوئی حصہ بیکار نہیں جاتا۔ پتوں سے ٹوکریاں بنتی ہیں، تعمیراتی لکڑی کے طور پر کام میں آتا ہے، شاخیں کرسیاں بننے اور جلانے کے کام آتی ہیں۔

کھجور کی قسمیں

بلخ: یہ مکی کھجور ہے جو خود درخت کے ساتھ لگی ہو یا تارلی گئی ہو لیسرہ: مکی کھجوریں جب پکنے کے قریب آجائیں، مگر ابھی پکنا ہوں۔

طلح: جب کوئلوں سے پھل بننے لگے تو یہ پہلا شوفا ہے جو درخت پر ظاہر ہوتا ہے۔

رطب: وہ کھجور جو درخت پر لگی ہوئی پوری طرح پک جائے۔ اگر اسے اتارنا نہ جائے تو اپنے آپ بھی گر جاتی ہے۔ قرآن مجید نے حضرت سریم علیہا السلام کو یہی چیز زچگی کی کمزوری کے لیے مرحمت فرمانے کا ذکر کیا ہے۔

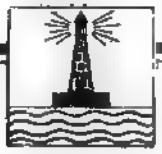
قمر: درخت سے پکنے کے بعد خشک کھجوریں جو عام طور پر کھائی جاتی ہیں۔

جعار: کھجور کا گہما۔

حشیف: بڑی کھجوریں۔

قرآن مجید میں کھجور کا ذکر صرف رطب اور قمر کی صورت میں آیا ہے۔ جبکہ احادیث میں یہ آٹھ ناموں سے موسوم ہونے کے علاوہ کچھوں کے ذکر میں دوال کے نام سے مذکور ہیں۔ پانی میں بھگو کر اس کا عرق یا شربت فیض ہے۔

کیمیائی مادہ: کیمیائی تجزیہ سے پتہ چلتا ہے کہ کھجور میں کاربوہائیڈریٹس تقریباً 70%، پروٹین 3%، چکنائی 0.20%، کیشیم 0.07%، اور دوسرے نمکیات بھی ہوتے ہیں۔ کھجور میں پانی جانے والی شکر بہت مفید قسم کی ہوتی ہے اور فوراً ہضم ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کھجور میں سوڈیم، پتاشیم، تانبہ، فولاد، فاسفورس، گندھک اور کلورین بھی قلیل مقدار میں پائے جاتے ہیں جو ہماری صحت اور ہمارے جسم کے لیے بہت ضروری ہیں اس



صابن : ایک اہم ضرورت

لاٹ
ہاؤس

عبدالودود انصاری، مغربی بنگال

حاصل ہوتے ہیں۔ سوڈیم یا پوٹاشیم کے یہی سالٹ صابن کہلاتے ہیں۔ پوری کیمیائی عمل کو اس طرح ظاہر کیا جاسکتا ہے :

تیل + چربی + کاشک سوڈا → گلیسرین + صابن

گلیسرینڈ + کاشک سوڈا → گلیسرین + صابن

صابن کی تیاری میں عام طور پر ناریل کا تیل، کھجور کا تیل، پام کا تیل وغیرہ کئی اقسام کے تیل استعمال ہوتے ہیں جو انسانی جلد کو نرم اور ملائم رکھتے ہیں۔ کبھی خاص قسم کے صابن کے لیے خاص قسم کا تیل بھی استعمال ہوتا ہے جیسے نیم صابن کے لیے نیم کا تیل۔

طریقہ :

سب سے پہلے ایک بڑی کڑھائی میں چربی یا تیل کو کے لے کر آگ پر گرم کیا جاتا ہے۔ پھر اس میں کاشک سوڈا ملا کر خوب چلایا جاتا ہے۔ درمیان میں ناریل کا تیل الگ سے ملا کر گرم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے جب محلول اچھی طرح ابلنے لگتا ہے تو تھوڑی دیر بعد محلول کو ٹھنڈا ہونے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ٹھنڈا ہونے پر محلول کے اوپر صابن کی تہہ جم جاتی ہے اور نیچے رقیق مادے بچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد آسانی سے صابن الگ کر لیا جاتا ہے۔ یہ صابن کی خالص شکل ہوتی ہے یہ نہایت نرم ہوتا ہے۔ صنعتی پیمانے پر بنائے جانے والے صابن کے لیے اس طرح سے حاصل شدہ صابن میں سوڈیم سیلیکیٹ اور قلیل مقدار میں کاشک سوڈا ملا کر

انسان فطری طور پر نفاس پسند ہے، وہ چاہتا ہے کہ ہر وقت اس کا جسم دلباس صاف ستھرا رہے۔ اس کے لیے وہ زمانہ قدیم ہی سے طرح طرح کی چیزوں کو استعمال کرتا رہا ہے کبھی درخت کے پتوں سے کام چلایا تو کبھی چکنی کھریا، یا پسیلی مٹی کا استعمال کر لیا کرتے ہیں۔ مگر جہاں سائنس کی ترقی نے ہماری زندگی کی بہت ساری ضرورتوں کو پوری کرنے میں مدد دی وہاں صفائی کے معاملات میں بھی خاصی پیش رفت ہوئی ہے اور آج ہم جو صابن استعمال کرتے ہیں وہ سائنس کی ہی دین ہے صابن دراصل عربی لفظ صابون سے اخذ کیا گیا ہے جسے فارسی میں ”برہوہ“ کہتے ہیں۔

صابن کیا ہے ؟

ہم جانتے ہیں کہ تیل اور چربی میں نامیاتی تیزابیں (ORGANIC ACIDS) اور گلیسرینڈ (GLYCERIDE) پائے جاتے ہیں۔ گلیسرینڈ کے اندر بہت سارے نامیاتی تیزابیں مثلاً اسٹیرک ایسڈ (STEARIC ACID) پالمیک ایسڈ (PALMETIC ACID) اولیک ایسڈ (OLEIC ACID) اور گلیسرین (GLYCERINE) ہوتے ہیں۔ انہی گلیسرینڈ کو جب کاشک سوڈا یعنی سوڈیم ہائیڈروآکسائیڈ (NaOH) یا کاشک پوٹاش یعنی پوٹاشیم ہائیڈروآکسائیڈ (KOH) سے عمل کرایا جاتا ہے تو گلیسرین الگ ہو جاتی ہے اور بہت سارے سالٹ کے سیر شدہ محلول جیسے پالمیٹیٹ (PALMITATE) اسٹیٹیٹ (STEARATE) یا اولیٹ (OLEATE)



(4) برتن مانجنے کا صابن۔

اس طرح کے صابن میں رگڑ دار مادے مثلاً جاذب پتھر، بریت، صابن کا سفوف اور سوڈیم کاربونیٹ ملے ہوتے ہیں جو برتنوں کو صاف کرنے میں بڑے معاون ہوتے ہیں۔

(5) شیونگ سوپ کریم

اس صابن میں کاسٹک پوٹاش کی مقدار زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ بہت نرم ہوتا ہے۔ یہ صابن جلد جھاگ پیدا کرتا ہے۔

(6) شفاف صابن

اس طرح کے صابن میں گلیسرول یا انکھل کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ سب سے پہلے صابن کو انکھل میں حل کرایا جاتا ہے پھر اس محلول کو عملِ تیج کے ذریعہ خشک کر کے شفاف صابن حاصل کیا جاتا ہے۔

(7) میڈیکل صابن

اس طرح کے صابن میں ایسے کیمیائی مادے ملتے جاتے ہیں جو مختلف بیماریوں خاص کر جلد کی بیماریوں کے لیے سودمند ہوتے ہیں جیسے نیم سوپ، مارگو سوپ، ڈیٹرل سوپ وغیرہ۔

غیر صابونی مصفٰی یا ڈیٹرجنٹ:

آج کل گھریلو کپڑوں کو صاف کرنے کے لیے صابن کی جگہ پاؤڈر استعمال ہو رہا ہے جسے ڈیٹرجنٹ کہتے ہیں۔ سرف، نرماء، وھیل ان کی مثالیں ہیں۔ ڈیٹرجنٹ اولیفین (OLEFIN) سے تیار کی جاتی ہے (اولیفین ایک ہائیڈروکاربن ہے جس کا کیمیائی صابطہ $C_{n}H_{2n}$ ہوتا ہے جہاں n کی قیمت 12 سے 20 کے درمیان ہوتی ہے)۔ اولیفین کو پہلے مٹرکنز سلیفورک ایسڈ

اسے پکایا جاتا ہے۔ خوب اچھی طرح پک جانے کے بعد ٹھنڈا کر کے صابن حاصل کر لیا جاتا ہے۔ صابن کی تیاری میں چند ایسے مرکبات بھی ملائے جاتے ہیں جو صابن کے مضرات کو نازل کر دیتے ہیں۔ صابن کو خوشبودار اور رنگین بنانے کے لیے خوشبوؤں اور رنگوں کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ تمام آمیزشوں کے بعد صابن کو چند دنوں تک چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اچھی طرح خشک ہو جائے خشک ہونے کے بعد رولر مل کے ذریعہ ہموار کر کے مختلف سائزوں اور ڈھانچوں میں کاٹ کر کاغذ کے ذریعہ پکینگ کر دی جاتی ہے۔ یہ توہو اصابن بنانے کا طریقہ۔ لیکن صابن میل کو کس طرح دور کرتا ہے ؟

صابن کے صاف کرنے کا عمل :

جب ہم جسم پر صابن ملتے ہیں تو جسم کے میل پر صابن کی ایک پتلی تہہ جم جاتی ہے جو پانی میں اس میل کی چکنائی کو اپنے اندر حل کر لیتا ہے۔ اس طرح بدن سے میل دور ہو جاتا ہے۔ یہی عمل کپڑوں کے میل دور کرنے کا بھی ہے۔

صابن کی اقسام :

(1) کپڑے دھونے کا صابن۔

یہ صابن عام چربی سے تیار کیا جاتا ہے جو پانی میں حل پذیر اور آسانی سے جھاگ پیدا کرتا ہے۔ اس طرح کے صابن کا وزن بڑھانے کے لیے سوڈیم سلیکیٹ کا استعمال ضروری ہے۔

(2) ٹائیلڈ صابن۔

یہ صابن اعلیٰ قسم کے تیل یا چربی سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ عام طور پر خوشبودار ہوتا ہے۔

(3) عام گھریلو صابن۔

اس صابن میں سوڈیم کاربونیٹ کی آمیزش ہوتی ہے۔ یہ مصفٰی کے لحاظ سے بہت عمدہ ہوتا ہے۔



نرم اور سخت دونوں پانی میں یکساں جھاگ پیدا کرتا ہے جبکہ صابن کے ساتھ ایسی بات نہیں ہے۔

اگرچہ آج صابن اور ڈیٹر جنٹ بنانے والی بڑی بڑی کمپنیاں موجود ہیں پھر بھی اگر اس کے بنانے کے طریقوں پر مہارت حاصل کر لی جائے تو آج نوجوانوں میں پھیلی ہوئی بیکاری کو کسی حد تک دور کیا جاسکتا ہے۔

بقیہ: قرآن اور حیاتیاتی توازن

چاہئے۔ کاش ہم نے قرآنی تعلیمات کو سمجھا اور عام کیا ہوتا۔ اب سے چودہ سو سال پہلے قرآن ہمیں یہ ہدایت دے چکا تھا زمین میں فساد برپا نہ کرو جبکہ اس کی اصلاح ہو چکی ہو (سورہ اعراف آیت 58-45) ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ "تفہیم القرآن" میں لکھتے ہیں: "زمین میں فساد برپا نہ کرو یعنی زمین کے انتظام کو خراب نہ کرو۔ انسان کا خدا کی بندگی سے نکل کر اپنے نفس کی یا دوسروں کی بندگی اختیار کرنا اور خدا کی میں ایسی غلطیوں کا مرتکب ہو تا رہا اور اللہ کے بنائے ایک منظم، مستحکم اور عدل و توازن پر مبنی نظام کو درہم برہم کر تا رہا لیکن بالآخر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور 1992ء میں ریو (Rio) کے مقام پر ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ دنیا بھر کے ماہرین سر جوڑ کر بیٹھے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ آج کے بعد ہر ملک اپنے اپنے طور پر ہر طرح کے جانوروں کے تحفظ کے لیے اقدامات کرے گا۔ انہیں اس بات کا پورا احساس ہو گیا تھا کہ ماضی میں انھوں نے اللہ کے بنائے ہوئے متوازن نظام میں جگہ جگہ بگاڑ پیدا کر دیا ہے اور اگر انھوں نے اب بھی اسے روکنے کی جانب قدم نہیں اٹھایا تو ماحول کا بگاڑ خود انہیں بھی ختم کر ڈالے گا۔ یہ ایک خوش آئندہ قدم ہے جس پر مضبوطی سے عمل ہونا ہدایت چھوڑ کر اپنے اخلاق معاشرت و تمدن کو یسے قہر میں قائم کرنا جو خدا کے سوا کسی اور کی رہنمائی سے بخود ہوں، یہی وہ بنیادی فساد ہے جس سے زمین کے انتظام میں خرابی کی بے شمار صورتیں رونما ہوتی ہیں اور اسی فساد کو روکن قرآن کا مقصد ہے۔"

(CONC. H₂SO₄) کے ذریعہ سلفونیٹڈ (SULPHONATED) کیا جاتا ہے پھر سلفونیٹڈ (SULPHONATE) کو سوڈیم ہائیڈرو آکسائیڈ محلول کے ذریعہ سوڈیم سالٹ میں تبدیل کیا جاتا ہے یہی سوڈیم سالٹ ڈیٹر جنٹ کہلاتا ہے۔

دھونے کے عمل میں ڈیٹر جنٹ اوپری سطح پر اثر انداز ہوتا ہے اور کپڑوں کے میل کو دور کرنے کے لیے پانی کے سالموں کے درمیانی کشش کو کم کر دیتا ہے اور آخر میں پانی کے ساتھ مل کر کپڑے میں جذب ہو جاتا ہے۔ پھر کپڑے سے میل آسانی سے دور ہو جاتا ہے۔

صابن بمقابلہ ڈیٹر جنٹ:

صابن میں کیلشیم اسٹیریٹ (CALCIUM STEARATE) ہوتا ہے جو پانی میں ناعمل پذیر ہوتا ہے جبکہ ڈیٹر جنٹ میں کیلشیم سالٹ ہوتے ہیں جو پانی میں حل پذیر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈیٹر جنٹ صابن کے مقابلہ میں زیادہ حل پذیر ہے۔ دوسرا یہ کہ ڈیٹر جنٹ

نادر و گر دونواح میں "سانفس" کے تقسیم کار

النور بک ایجنسی

مشاق پورہ نادر و گر۔ 431602

حیدر آباد کے گرد و نواح میں ہمارے "سانفس" کے تقسیم کار

شمس ایجنسی

فون نمبر 4732386

500012-3-831 گوشہ محل روڈ، حیدر آباد۔



کھانا خراب کیوں ہوتا ہے

پروفیسر متین فاطمہ

حرارت پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ زیادہ میٹھی چیزوں میں بھی ان کی نشوونما نہیں ہو سکتی۔

بیکٹیریا (BACTERIA) یا جراثیم روٹی کچھ عرصہ پڑی رہے تو اسے پھپھوندی لگ جاتی ہے جو ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ شربت کی بوتل میں جالڑ جاتا ہے۔ بند اور گندے پانی پر بزرگائی جم جاتی ہے۔ گندھا

کھانے میں زیادہ ترکیبیاتی اور طبعی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ خراب ہو جاتا ہے۔ اسے خراب کرنے والے جراثیم زیادہ تر پھپھوندی (MOLD)، خمیر (YEAST)، خامروں (ENVYMES) اور بیکٹیریا کی شکل میں ہوتے ہیں۔ ان جراثیم کو اگر مناسب حرارت اور نمی میسر آتی رہے تو یہ بڑی تیزی سے نشوونما پاتے ہیں اور کھانے کی خرابی کا باعث بنتے ہیں۔

پھپھوندی (MOLD)

پھپھوندی تمام حیاتیات والی غذاؤں میں میٹھی چیزوں جیسے جام، جیلی اور تازہ پھلوں کو بڑی جلدی لگ جاتی ہے پھپھوندی کے جراثیم کے لیے 20 سے 35 سینٹی گریڈ یا 65 سے 95 فارن ہائیٹ حرارت کافی ہوتی ہے۔ اتنی حرارت پر پھپھوندی

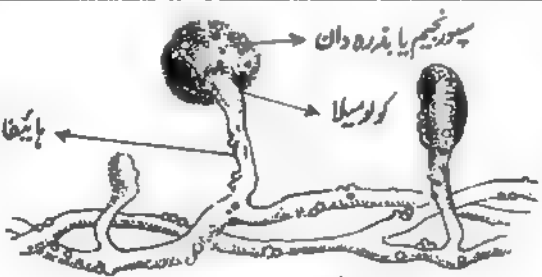
آسانی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ کم حرارت میں اس کے جراثیم تیزی سے نشوونما نہیں پاسکتے۔ ابالنے پر یہ جراثیم کلی طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔

خمیر (YEAST)

خمیر ان کھانوں میں پیدا ہوتا ہے جن میں کسی قدر مٹاس پائی جاتی ہو۔ جب اس قسم کے کھانوں پر خمیر کا اثر ہوتا ہے تو وہ الکحل (ALCOHOL) اور کاربن ڈائی آکسائیڈ (CARBON DIOXIDE) میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ خمیر کے جراثیم کی نشوونما کے لیے 20 سے 38 درجہ سینٹی گریڈ حرارت کافی ہو کر رہتی ہے۔ ٹھنڈی جگہ پر یہ نشوونما نہیں پاسکتے۔ بہت زیادہ

ہوا آنا کچھ عرصہ رکھنے سے خمیر ہو جاتا ہے۔ دودھ سے دہی بن جاتی ہے۔ اصل میں ایسے سارے کام بیکٹیریا یا پھپھوند یا خمیر کرتے ہیں۔

بیکٹیریا جراثیم یا کرم کی ماہیت و ساخت: بیکٹیریا ادنیٰ ترین جاندار مخلوق ہے۔ بیکٹیریا کو طاقتور خوردبین کے بغیر نہیں دیکھا جاسکتا۔ یہ صرف ایک خلیے (CELL) والا جاندار ہے۔ اس خلیے میں پروٹو پلازم (PROTOPLASM) یا مادہ حیات ہوتا ہے جو کربن جامد جیلی (فالودہ) کی مانند صاف و شفاف، یکساں یا بعض اوقات دانے دار ہوتا ہے۔ اس کا بیرونی طبق بڑا مضبوط ہوتا ہے



ایک قسم کی پھپھوندی



(AGRICULTURAL BACTERIOLOGY) فلاحی علم الجراثیم

ایک الگ مضمون بن چکا ہے۔ زمین کے اندر پروں کے لیے خوراک کا ذخیرہ تو موجود ہوتا ہے لیکن وہ اسی حالت میں نہیں ہوتا کہ پودا اسے جذب کر سکے۔ اس لیے ہل چلایا جاتا ہے تو ہوا زمین کے اندر داخل ہوتی ہے جس سے جراثیم بڑھ کر زمین پر اپنا عمل کرتے اور کھاد وغیرہ میں سے قابل انحلال مرکبات پیدا کرتے ہیں۔ گویا جراثیم زمین کو تیار کر کے اس قابل بناتے ہیں کہ اس پر نباتات و حیوانات اپنی زندگی قائم رکھ سکیں کیونکہ تمام نباتات زمین ہی میں سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اکثر حیوانات کی گزربس کا دار و مدار نباتات پر ہے۔

2۔ مضر بیکٹیریا:

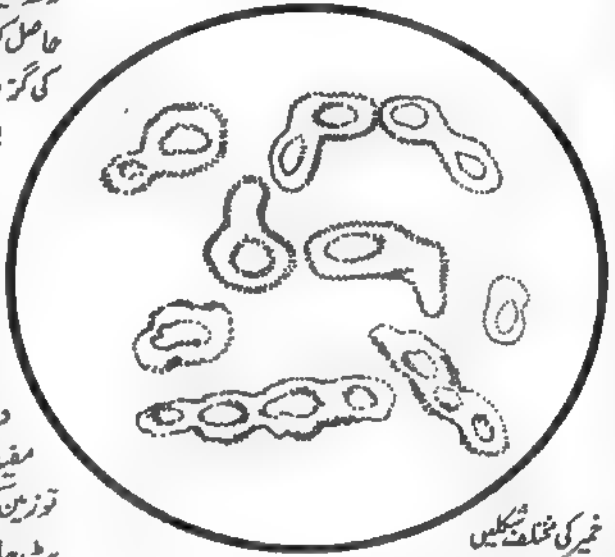
مضر بیکٹیریا وہ ہیں جو ہماری غذا کو خراب کر دیتے ہیں یا مختلف قسم کے امراض کی پیدائش کا سبب بنتے ہیں۔ تعفن یا سڑنا ایسے بیکٹیریا کا اہم ترین فعل ہے۔ اس فعل سے یہ تمام نباتی و حیوانی مردہ اجسام کو ملامیٹ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ لیکن مضر بیکٹیریا کا انسان کے لیے ایک مفید پہلو بھی ہے۔ وہ یوں کہ اگر بیکٹیریا کا یہ طرز عمل نہ ہوتا تو زمین کی سطح نباتی و حیوانی مردہ اجسام سے اس بڑی طرح پٹ جاتی کہ کھڑے ہونے کو بھی جگہ نہ رہتی۔ پس یہ جراثیم ہی ہیں جو تمام مردہ اجسام کو ٹھکانے لگانے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

اگر حالات سازگار ہوں تو جراثیم کی پیداوار بڑی تیزی سے ہوتی ہے۔ اگر تیزابی مادہ بڑھا دیا جائے تو جراثیم پیدا نہیں ہوتے۔ گرم کرنے اور کھولانے سے بھی اکثر جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں، سوائے اس کے جب جسم جراثیم بذریعہ (SPORES) کی حالت میں ہوں۔ اس صورت میں یہ درجہ کھولاؤ سے بھی اونچے درجہ حرارت پر ضائع ہوتے ہیں۔

جے سیل ممبرین (CELL MEMBRANE) یعنی خلوی غشا یا سیل وال (CELL WALL) یعنی خلوی دیوار کہتے ہیں۔
بیکٹیریا کے افعال و خواص:
افعال کے لحاظ سے بیکٹیریا کے دو قسم ہوتے ہیں:

1۔ مفید بیکٹیریا

2۔ مضر بیکٹیریا



غیر کی مختلف شکلیں

1۔ مفید بیکٹیریا:

مفید بیکٹیریا تو وہ ہیں جو ہماری روزمرہ کی زندگی میں پیسوں جگہ ہمارے لیے چیزوں کی بناوٹ میں اچھی تبدیلی لاکر ارضیں ہمارے لیے زیادہ مفید اور کارآمد بناتے ہیں اور اس طرح گویا ہماری بہت بڑی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ خمیر، خمیری روٹی، خیرہ، تمباکو، شراب، دہی، سرکہ اور پنیر بنانے میں سب سے بڑا کام ہی بیکٹیریا سرانجام دیتے ہیں۔ کاشتکاری میں تو جراثیم کا اتنا کام ہے کہ



جراثیم 25 سے 30 درجہ سنٹی گریڈ تک آسانی سے نشوونما پاتے ہیں۔ سب سے زیادہ سازگار درجہ حرارت جس میں جراثیم خوب پروان چڑھتے ہیں۔ 20 سے 55 ڈگری سنٹی گریڈ تک ہے۔

خاصیت (ENZYMES)

یہ کیمیائی مرکب ہیں جو ہر جاندار جسم میں نشوونما پاتے ہیں۔ انھیں کھول کر ضائع کیا جاسکتا ہے۔ اگر انھیں اسی طرح ضائع نہ کیا جائے تو یہ کھانے میں کئی ایک تبدیلیاں لا کر اسے خراب کر دیتے ہیں۔ ان کی وجہ سے پھلوں کی رنگت سیاہ ہو جاتی ہے اور گوشت، سبزی اور دوسری غذائیں خراب ہو جاتی ہیں۔

جراثیم کے غذا پسند اثرات :

اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ بعض بیکٹیریا کھانوں پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں جس سے کھانوں میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی بلکہ ان سے کھانوں کی افادیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایسے بیکٹیریا، مفید بیکٹیریا کہلاتے ہیں۔ چنانچہ پنیر، دہی، شراب، سرکہ وغیرہ انہی بیکٹیریا کے عمل سے تیار ہوتے ہیں۔ ان کے برعکس بعض بیکٹیریا کے اثرات ہمارے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ ان بیکٹیریا کو مضر بیکٹیریا کہتے ہیں ان میں سے پھپھوندی کے اثرات زیادہ نقصان کا باعث نہیں ہیں۔ کھانے پر اگر پھپھوندی کا کسی قدر اثر ہو تو اسے دور کر کے کھایا یا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر پھپھوندی زیادہ ہو اور کھانے کا رنگ بدل چکا ہو تو ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ پنیر کو اگر زیادہ پھپھوندی لگ جائے تو وہ بھی قابل استعمال نہیں رہتا۔ پھپھوندی لگے پھل بھی قابل استعمال نہیں ہوتے۔ ان کے استعمال سے پرہیز ہی مناسب ہے۔

خمیر (YEAST) سے زیادہ تر سرکہ اور شراب بنتی ہے۔ کھانوں میں اس کے اثر سے کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہو جاتی

ہے۔ جس سے کھانے کا مزہ اور خوشبو متاثر ہوتی ہے لیکن اگر کھانے میں غیر مرغوب اثرات بہت زیادہ ہو جائیں تو تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس قسم کا کھانا بھی مضر صحت ہو کر رہتا ہے۔ کھانے میں مضر جراثیم (HARMFUL BACTERIA) کے اثرات انتہائی خراب ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ چند گیمیں مثلاً ہائڈروجن ایونیا اور ہائیڈروجن سلفائیڈ پیدا کرتے ہیں جو کھانوں کا ذائقہ بگاڑ دیتی ہیں۔ اس قسم کا کھانا صحت کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ لہذا اگر کسی غذا کے متعلق شبہ ہو تو اسے سونگھنا چاہئے، اگر بو متغیر معلوم ہو تو اسے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ ویسے بھی باسی کھانا ہمیشہ گرم کر کے کھانا چاہئے تاکہ نقصان پہنچانے والے جراثیم اور ان کا پیدا کیسا ہو عمل ختم ہو جائے۔

سبب، آڑو اور اسی قسم کے دوسرے پھل اور سبزیاں خامروں (ENZYMES) کے اثر سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا مزہ بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایسے پھل اور سبزیاں بھی قابل استعمال نہیں ہو کر رہتی۔

ڈبہ بند غذا (CANNED FOOD) پر بھی جراثیم کا اثر ہوتا ہے۔ یہ جراثیم زیادہ حرارت پر بھی زندہ رہ سکتے ہیں اس لیے ہم انھیں حرارت پسند جراثیم (PSYCHOPHILIC BACTERIA) کہتے ہیں۔ یہ 25 سے 85 درجے تک کی حرارت میں زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ ڈبہ بند غذائیں اگر عمل کاری (PROCESSING) کے فوراً بعد ٹھنڈی نہ کی جائیں تو ان میں جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اکثر فریڈز (FREEZER) میں رکھے ہوئے کھانے بھی خراب ہو سکتے ہیں کیونکہ ٹھنڈک پسند جراثیم (PSYCHOPHILIC BACTERIA) ٹھنڈک میں زندہ رہ سکتے

ہیں اور کھانے کے ساتھ ہی ٹھنڈ ہو جاتے ہیں۔ جب ٹھنڈ کھانا گرم کیا جاتا ہے تو یہ جراثیم بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔ احتیاط کا



وہر سے خراب ہوتا ہے۔

بعض جراثیم ہوا کی موجودگی ہی میں زندہ رہ سکتے ہیں۔
 انہیں ہم ہواباش جراثیم (AEROBIC BACTERIA) کہتے ہیں۔
 بعض ہوا کی غیر موجودگی میں بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ انہیں ہم
 ناہواباش جراثیم (ANAEROBIC BACTERIA) کہتے ہیں۔ کچھ
 ہر دو صورتوں میں زندہ رہ سکتے ہیں، انہیں استعدادی جراثیم
 (FACULTATIVE BACTERIA) کہتے ہیں۔ یہ ہر صورت میں
 بڑھتے رہتے ہیں۔ تحفظ غذا (FOOD PRESERVATION) کے
 نظریے کے مطابق ناہواباش (ANAEROBIC) جراثیم کھانے
 کے بیگاڑ میں زیادہ موثر ثابت ہوتے ہیں۔ ان سے جو
 زہریلا مادہ (TOXIN) پیدا ہوتا ہے وہ زیادہ حرارت
 برداشت کر سکتا ہے۔

تقاضہ یہ ہے کہ کھانا ہمیشہ خوب گرم کر کے کھایا جائے البتہ
 جو کھانے ٹھنڈے ہی کھائے جاتے ہیں، انہیں گرم کرنے
 کی ضرورت نہیں۔ فریڈریا برف میں رکھے ہوئے گوشت کو
 جراثیم جلد خراب کر دیتے ہیں کیونکہ یہ ۵ سنٹی گریڈ سے
 ۱۵ سنٹی گریڈ اور ۲۵ سنٹی گریڈ تک زندہ رہ سکتے ہیں
 اس لیے اگر عمل کا ری ٹھیک طریقہ پر نہ کی جائے تو میان
 پسند جراثیم (MISOPHILIC BACTERIA) پیدا ہو جاتے ہیں
 جو ۵ سنٹی گریڈ سے ۴۳ سنٹی گریڈ درجہ تک زندہ رہ
 سکتے ہیں۔ اس گروہ میں مرضی اور جراثیم (PATHOGENIC
 BACTERIA) بھی آتے ہیں۔ کھانا زیادہ تر انہی جراثیم کی

سیٹ نمبر (5) قیمت 24.00

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

سیٹ نمبر (6) قیمت 35.00

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

سیٹ نمبر (7) قیمت 40.00

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

سیٹ نمبر (8) قیمت 40.00

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے



ایسٹ اسلامی ساہتیہ پراکاشن

1525, ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱ ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱ ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱ ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱

۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱ ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱ ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱ ۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱۱

بہترین تحفے (ہندی میں)

تحفے دینا سنت ہے۔ آپ مختلف مواقع پر اپنے دوستوں اور متعلقین
 کو تحفے دیتے ہیں۔ بہترین اور سبق آموز کتابیں تحفے میں دیں۔
 اس سے تحفہ دینے کا اصل مقصد حاصل ہوگا۔

سیٹ نمبر (1) قیمت 22.00

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے

۱۰/۱۰۰ = ۱۰۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے ۱۰/۱۰۰ = ۱۰ روپے



لیا جیکڑ کا شاپڑنا۔ لہذا ایک پیسے کو بازوؤں کے زور سے دھکیلتا
یا گھسیٹا پڑتا۔

بعد کے دور میں یہ ایجاد ہوا کہ پیسے دھرے سے باندھے
جاتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ دھرے پر آزادانہ گردش
کرتے تھے اس سے موڑ کا شاکسان ہو گیا۔

پہلی پیسہ دار کا ڈیاں، کسانوں کے چھکڑے، جنگی رقبے،
شاہی بیگیاں اور دیوتاؤں کی گھاڑیاں تھیں۔

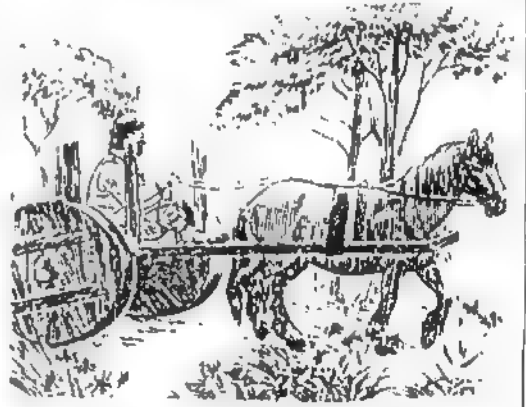
پہلے پہل چھکڑے یا بیگیاں دو یا چار پیسوں سے بنائی
جاتی تھیں۔ لیکن ابتدائی چار پیسہ والی گھاڑیاں زیادہ کارآمد نہ
تھیں۔ ان میں دونوں دھروں کو چھکڑے کے ساتھ مضبوطی

سے باندھا جاتا تھا۔ چونکہ یہ دونوں دھرے گھومنے سے
قاصر تھے، اس لیے ان سے تیز موڑ نہیں کاٹا جاسکتا تھا۔ تقریباً
دو ہزار سال قبل کسی نے اگلا محمدی دھرا ایجاد کیا جو دائیں بائیں
گھوم سکتا تھا۔ گمراری دار پیسہ جنوب مغربی ایشیا میں تقریباً
دو ہزار قبل مسیح میں ایجاد ہوا۔

کبھیوں کیسے؟

پہلی کب ایجاد ہوا؟

3500 ق م کے لگ بھگ قدیم عراق میں پیسوں کے
استعمال کے شواہد ملتے ہیں۔ یہ پیسے دو قسم کے تھے۔ ایک چھکڑے
کے پتے جیسا اور دوسرا گھما کرے چاک جیسا۔ یہ چاک پیسے
ہی ہماری گمراریوں، چرخوں اور شیرازی میں استعمال جانے
والے دوسرے پیسوں کا نقطہ آغاز ہے۔



ہندوستان کے مشہور عطریات کا مرکز



عطر ہاؤس

روح خس، شامہ نعیر، ریحان، بنت لحر،
بنت اللیل، بنت اللیم، شب، باغ بنت

مفلیہ ہربل سنس

ادوں کے بے جزی و نیول سے تیار ہندی میں کچھ طے کی ضرورت نہیں

عطر ہاؤس 633 چٹلی قبر، جامع مسجد، دہلی 110006

فون 3286237

پیسوں کے بغیر قدیم چھکڑا گھسیٹ کر چلایا جاتا تھا پھر
اس کے نیچے لکڑی کی گیلیاں رکھ کر ان پر سے کھینچا جاتا تھا۔
جب چھکڑا آگے نکلتا تو پیچھے سے فارغ گیلیاں اٹھا کر پھر
اس کے آگے رکھ دی جاتیں۔ رفتہ رفتہ گیلیوں کی جگہ پیسے نے
لے لی اور اس طرح پہلی مرتبہ پیسوں والا چھکڑا ایجاد ہو گیا۔

قدیم پیسے دھروں کے ساتھ مضبوطی سے باندھے جاتے
تھے اور پیسہ اور دھرا اکٹھے حرکت کرتے تھے۔ اس طرح پیسوں
والا چھکڑا جب موڑ کاٹتا تو بیرونی پیسے کو اندرونی پیسے کی نسبت



ہر طرف قدرت کے لیے نکلے بکھرے پائے ہیں کہ انھیں دیکھ کر عقل و نگاہ جلی ہے وہ چاہے کائنات ہو یا نور و ہلا جسم کوئی چیز پر وہ کیا نظر لکھتا کبھی ایک کبھی کسی چیز کو دیکھ کر ذہن میں بے ساختہ سوالات ابھرتے ہیں ایسے سوالات کو ذہن سے جھٹکنے مت۔ انھیں ہمیں کھجیجئے آپ کے سوالات کے جواب پہلے سوال کی بنیاد پر دیئے جائیں گے اور ہلکا برہم کے بہترین سوال پر 50 روپے کا نقد انعام بھی دیا جائے گا۔ بلاشبہ اپنے سوال کے ہر سوال جواب کو پُرین رکھنا نہ بھولیں۔ نیز اپنا سوال اور مکمل پتہ صفحہ خوش خط لکھیں۔

سوال جواب

لیکن نمکین کے لگنے کا احساس نہیں ہوتا ایسا کیوں؟

تمہیں پڑوین

معرفت کمال الیکٹرونک ورکس، رزاق مارکیٹ

محمد علی روڈ۔ علی گڑھ۔ 202001

جواب: ہمارے دانتوں کے اینٹل کے نیچے جو نشو ہوتا ہے وہ زندہ ہوتا ہے اور اسے ڈینٹائن (Dentine) کہتے ہیں۔ اینٹل اس زندہ نشو کے اوپر حفاظتی پرت ہوتی ہے۔ اس کے بننے کے بعد دانت کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے اور وہ زیادہ حساس ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت میں غرم، ٹھنڈا تو حد تک کی کیا بردباری کی وجہ سے محسوس کیا جاتا ہے۔ کٹنے میں حیرت انگیز ہوتی ہے جو دانت کے نشو اور عصبی سوں (Nerves) کو متحرک کر دیتی ہے۔ دانت پیٹھے اور نمکین سے عصبی سوں کو کوئی تحریک نہیں مٹی اس لیے ان کے کھانے سے تکلیف نہیں ہوتی اور اگر ان سے بھی دانتوں کو تکلیف ہوتی ہے وہ تو دانت چبانے کی وجہ سے ہوتی ہوگی۔

سوال: بھراٹے لینے والا دوسروں کو تو اٹھا دیتا ہے۔ مگر خود، کیوں نہیں اٹھاتا؟ کیا نیند میں اس کو اپنے خرٹوں کی دوا نہیں ملتی؟

قریشی حسین

بھارت ہارڈ ویئر انسٹور، منڈی بازار

برہان پور۔ 450331 (ایم۔ پی۔)

جواب: ہم جن حالات میں سوتے ہیں، ان کے عادی سو جاتے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ کو دشتی کر کے سونے کے عادی ہوتے ہیں، تو کچھ اندھیرے میں سوتے ہیں۔ کچھ لوگ شور غل میں سو جاتے ہیں تو کچھ کو سونے کے لیے ایک بوم پر سکون

سوال: ایک ہی باپ کی دو اولادوں کے خون گروپ الگ الگ

ہیں یا نہیں؟

سید امتیاز احمد

مرزا غالب کالج، گیا (بہار)

جواب: خون گروپ ہتھین بھی جین (Gene) کے ذریعے ہوتا ہے۔ ہندہ بننے میں دیگر چیز کی طرح خون گروپ کی چیز بھی آزاد طور پر منتقل ہوتی ہے جس کے نتیجے میں ایک ہی والدین نے بچوں میں الگ الگ بلڈ گروپ ملتے ہیں۔

سوال: انسان مٹی کا بن دے۔ لیکن جب انسان کو زخم یا چوٹ ملتی ہے تو مٹی کی دوا نہ نہیں دیتی۔ ایسا کیوں؟

محمد کلیم الحق

پتہ: ۵۰ بی۔ آکوٹ فائل آکوٹ ٹاکہ۔ آکوٹ۔ 444001

جواب: آپ کا اشارہ غالباً کلام پاک کی اس آیت کی جانب ہے کہ میں یہ بہت کیا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے بنایا ہے۔ مٹی خالص مٹی ہے۔ انسان کو جتنا علم دیا ہے، اس کی روشنی میں یہ ثابت ہے کہ یہاں مٹی سے مراد شاید مٹی کے اجزاء ہیں اور یہ لگ بھگ تمام اجزاء یعنی وہ معدنیات وغیرہ جو مٹی میں پائے جاتے ہیں، انسان کے جسم کو بھی بناتے ہیں۔ اگر اس آیت میں مزید کوئی سارا ہے تو سائنس ابھی تک وہاں نہیں پہنچتی ہے۔ مٹی سے آئندہ ہم اس آیت کو مزید بہتر طور پر سمجھ سکیں گے۔ سوال: دانتوں کا اینٹل (Enamel) اتر جاتا ہے تو ہمارے دانتوں کو ٹھنڈا اگر م، کھانا، میٹھا لگنے کا احساس ہوتا ہے



ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح خراٹے لینے والا بھی اپنے خراٹوں کی آواز کا عادی ہو جاتا ہے اور اس شور میں آرام سے سوتا رہتا ہے۔

سوال: مجھ انسان کی رگ (Vein) سے ہی کیوں خون نکلتا ہے؟ آرٹری (Artery) سے کیوں نہیں؟

مشتاق احمد لون

لالہ دانی کدرہ، مل، پانپور، کشمیر۔ 192121

جواب: ہمارے جسم میں دین (Vein) کھال کے عین نیچے ہوتی ہیں جبکہ آرٹریز گوشت کے اندر نسبتاً گہرائی میں ہوتی ہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ آرٹریز کی دیواریں کافی موٹی ہوتی ہیں جبکہ دین کی دیواریں پتلی ہوتی ہیں۔ انہی وجوہات کی بنا

جواب: صحت مند آدمی میں ایسا نہیں ہوتا۔ عموماً نزلے کے دوران جو "سائی نس" (Sinus) کی شکایت ہو تو پانی دانتوں میں لگنے لگتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نزلے کے اثر سے دانتوں کے مسوڑھے متاثر ہوتے ہیں اور دانتوں کی عصبی نسوں (Nerves) کی جڑیں اس انفیکشن کی وجہ سے متاثر ہو کر تحریک پیدا کرتی ہیں جس کے باعث تکلیف ہوتی ہے۔

پودے لگائے۔ جانوروں سے اچھا برتاؤ کرے۔ اپنے ہمسایوں اور معاشرے کا خیال رکھے۔ اور اسراف سے باز رہے۔ اس طرح ہماری یہ دنیا بھی خوبصورت بن سکتی ہے۔

انعامی سوال: پانی اور دودھ کو الگ الگ گرم کرنے سے پانی سے پہلے اور زیادہ دودھ اچھلتا ہے۔ ایسا کیوں؟

مرزا سلمان بیگ

زمر گس میڈیکل، پرانا بازار، بھدرک۔ اڑیسہ۔ 758100

جواب: پانی میں قدرتی خاصیت ہے کہ وہ حدت کو جذب کرتا ہے۔ جب آپ پانی گرم کرتے ہیں تو حدت کی کچھ مقدار پانی کے جسم میں سما جاتی ہے اس کے بعد پانی کا درجہ حرارت بڑھنا شروع ہوتا ہے اور جب 100 ڈگری سینٹی گریڈ پر پہنچ جاتا ہے تو اگلے لگتا ہے۔ اگلے کے ساتھ ہی وہ بھاپ کی شکل اختیار کر کے مسلسل فضا میں خود کو منتشر کرتا رہتا ہے۔ اس کے برخلاف دودھ میں پانی کے علاوہ چکنائی اور پروٹین بھی ہوتے ہیں جو حدت کو جذب نہیں کرتے۔ دودھ میں موجود پروٹین حدت 40 ڈگری سینٹی گریڈ سے اوپر ہوتے ہی ٹھوس ہو کر پرت بنانے لگتے ہیں جس میں چکنائی بھی شامل ہو جاتی ہے۔ یہ پرت جب پانی سے بننے والی بھاپ کو باہر نکلنے سے روکتی ہے تو بھاپ اس پرت کو اوپر دھکیلتی ہوئی باہر نکلتی ہے اور اس طرح دودھ ابل جاتا ہے۔ اگر دودھ اگلے وقت آپ اس میں چھچھو چلا کر پرت کو توڑ دیں پانی ڈال دیں تو ابل ختم ہو جاتا ہے کیونکہ بھاپ کو باہر نکلنے کا راستہ مل جاتا ہے۔

سوال: اینٹریک چھٹے پر پکائے ہوئے کھانے میں پروٹین اور وٹامنز اور دیگر غذائی اجزاء مل جاتے ہیں یا باقی رہتے ہیں؟ ہمیں روزمرہ اینٹریک چولھے پر پکا ہوا کھانا استعمال کرنا چاہئے یا نہیں؟

ظفر احمد تنویر احمد

431604-2-148 محلہ سیدان تاندیہ۔

جواب: کھانے میں پروٹین، وٹامنز اور دیگر غذائی اجزاء زیادہ درجہ حرارت پر اور زیادہ پر تک پکانے سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ کھانا بھنا ہوا آپک رہا ہے یا پانی یا شوربے کے

پر مجھ کا بس ہماری دین پر ہی چلتا ہے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی زبردست حکمت کارفرما ہے۔ آرٹری میں خون پریشر کے ساتھ چلتا ہے اگر مجھ انسان میں سوراخ کر دیتا تو خون رستا اور اس کا بند ہونا نسبتاً مشکل ہوتا۔

سوال: جب ہم پانی پیتے ہیں تو دانتوں میں درد محسوس کیوں ہوتا ہے؟

مہ لقا ناز بنت ممتاز احمد

نزد حیدری اکھاڑہ۔ نواب پورہ ایبوت محل۔ 445001



پودوں کو اس عمل کے لیے کم روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اور کچھ کو زیادہ کی۔ مٹی پلانٹ کو اس عمل کے واسطے اتنی کم روشنی کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اسے آپ کے کمرے میں بھی حاصل کر لیتا ہے اور غذا تیار کر لیتا ہے لہذا زہرہ ہوتا ہے۔

سوال: نمک اور برف دونوں ہی پانی کے بننے سے بنتے ہیں، برف پگھل جاتی ہے نمک کیوں نہیں پگھلتا؟
شجاع حسین

سعادت بلوچ، کوٹ ویسٹ۔ سمکھل۔ 244302

جواب: آپ کا سوال غلط معلومات پر مبنی ہے۔ برف صرف پانی کے بننے سے بنتی ہے لیکن نمک ایک الگ کیمیائی مادہ ہے جو پانی کے بننے سے نہیں بنتا۔ یہ یا تو کیمیائی طریقے سے تجربہ گاہ میں بنتا ہے یا پھر قدرتی طور پر چٹانوں میں پایا جاتا ہے۔

سوال: گھوڑ سوار جب گھوڑے پر چڑھتا ہے تو اس کی طرف سے کیوں چڑھتا ہے اور جب ہم سائیکل پر چڑھتے ہیں تو بھی ہم ان کی طرف سے ہی چڑھتے ہیں۔ ایسا کیوں؟

چودھری منسوب

4/350 A ایک مینار کالونی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ۔ 202002

جواب: ہم سبھی لوگ قدرتی طور پر یعنی پیداؤ کی شکل پر یا تو دائیں ہاتھ والے ہوتے ہیں یا بائیں ہاتھ والے۔ زیادہ تر لوگ دائیں ہاتھ والے ہوتے ہیں یعنی وہ اپنے کبھی کام سیدھے ہاتھ یا سیدھے رخ سے کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف بائیں ہاتھ والے اپنے کبھی کام الٹے ہاتھ سے اور الٹے ہاتھ کی طرف سے کرتے ہیں۔ اس خاصیت کا تعلق دماغ سے ہے۔ بہرحال دماغ کے دو حصے ہوتے ہیں۔ سیدھا اور الٹا۔ دونوں کو ایک درمیان گہری لائن الگ الگ کرتی ہے۔ سیدھے ہاتھ سے کام کرنے والوں کا بائیں طرف کا اور الٹے ہاتھ سے کام کرنے والوں کا دائیں طرف کا دماغی حصہ زیادہ فعال ہوتا ہے۔ سیدھی طرف سے کام کرنے والے گھوڑے یا سائیکل پر ہمیشہ الٹی طرف سے چڑھتے ہیں تاکہ سیدھی سائیکل کو استعمال کر سکیں۔ کیونکہ اس طرح چڑھنے میں ان کا پیڈل یا رکاب میں انکار ہوتا ہے اور نیدھایہ کام کرتا ہے۔

ساتھ۔ کھانے میں پانی ہوتا ہے تو وہ بھی غذائیت کو برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ اگر کھانا زیادہ دیر تک آگ پر پکایا جائے گا تو غذائیت کم ہو جائے گی۔ یہ آگ کس ذریعے سے حاصل ہو رہی ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی چولہا بجلی کا ہے یا تیل کا یا گیس کا۔ اہم چیز درجہ حرارت اور مدت ہے۔

سوال: سبز ہونے کے باوجود مٹی پلانٹ کو سائے میں کیوں رکھا جاتا ہے؟ جبکہ تمام سبز پودے روشنی میں شعاعی ترکیب کا عمل کرتے ہیں؟

سمیل رشید معرفت ایس رشید

عقب پنجاب سیتی، وروڈ، امراتی۔ 444804

جواب: یہ سچ ہے کہ سبھی سبز پودے فوٹو سنتھیسس (شعاعی ترکیب) کی مدد سے اپنی غذا روشنی میں تیار کرتے ہیں تاہم کچھ

بقیہ: کھجور

حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں:

(ترجمہ) "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس عظیم کھجور عجمہ میں ہر بیماری سے شفا ہے اور اگر اسے نہار منہ کھیا جائے تو یہ زہروں سے تریاق ہے۔" (مسلم) یہی روایت مسند احمد میں اضافہ کے ساتھ بھی ہے۔

حضرت عاصم بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد گرامی سے روایت کرتے تھے۔ (ترجمہ) "میں نے سعد سے یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے صبح اٹھتے ہی عجمہ کھجور کے سات دانے کھالیے۔ اس دن اسے جاو اور زہر بھی نقصان نہ دے سکیں گے۔" (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ اپنا ذاتی تجربہ بیان فرماتی ہیں:

(ترجمہ) "میری والدہ مجھے صومنا کرنے کے لیے بہت عادت کرواتی رہیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤں تو موٹی ہوں لیکن ان تمام دواؤں سے کوئی فائدہ نہ ہوا حتیٰ کہ میں نے تازہ کیٹی ہوئی کھجوریں اور کھیر کھائیں، ان سے میں نہایت خوبصورت جسم والی ہوئی رہ گئی۔"



65

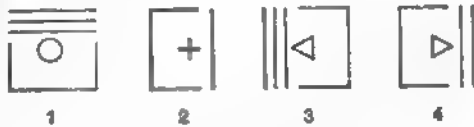
کسوٹی



(5)



?

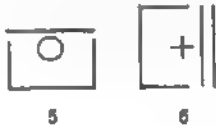


1

2

3

4



5

6

آپ کے جواب "کسوٹی کوپن" کے ہمراہ 10 جولائی 1999ء تک ہمیں مل جانے چاہئیں۔ صحیح جوابات میں سے بذریعہ قلم اندازی کم از کم 5 بہن بھائیوں کے نام جن کر اگست 1999ء کے شمارے میں شائع کیے جائیں گے۔ نیز جیتنے والوں کو عام سائنسی معلومات کی ایک دلچسپ کتاب بھیجی جائے گی۔

نوٹ:

1۔ یہ انعامی مقابلہ صرف اسکولوں کی سطح نیز دینی مدارس کے طلباء و طالبات کے لیے ہے۔

2۔ بہت سارے جوابات صحیح ہونے کے باوجود قلم اندازی میں شامل نہیں ہو پاتے کیونکہ ان کے ساتھ "کسوٹی کوپن" نہیں ہوتا۔ اس لیے "کسوٹی کوپن" رکھنا نہ بھولیں۔

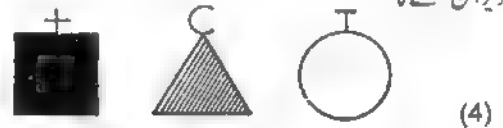
سوالیہ نشان کی جگہ کون سا نمبر آئے گا؟

1	C	5	?
A	3	E	?

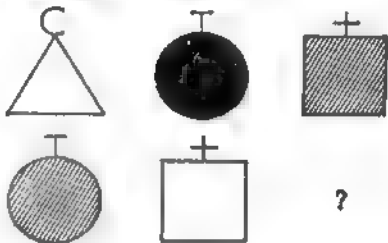
1 8 27 ? (2)

71 68 77 50 ? (3)

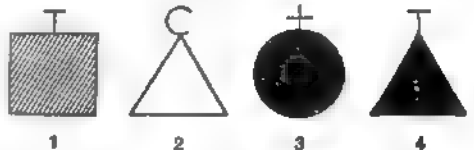
نیچے دیے گئے ڈیزائنوں (4-5) میں سے ہر ایک ڈیزائن میں ایک خالی جگہ ہے اور ساتھ ہی مختلف ڈیزائنوں کے چھ نمونے ہیں۔ آپ کو یہ بتانا ہے کہ کس خالی جگہ پر کون سے نمبر کا ڈیزائن آئے گا؟



(4)



?

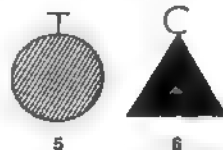


1

2

3

4



5

6



● فضل الرحمن ظلی، مدرسہ الاصلاح، اعظم گڑھ ● شاہ صاحب
رہنی کو کرناگ کشمیر ● شاہ خازی صہیب شیر باغ سدھ آباد کشمیر

بقیہ : کاوش

ہے۔ اسی ماحول میں بچے اپنے والدین بھائی بہنوں قریبی رشتہ داروں پڑوسیوں سے مانوس ہو کر ان کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کر کے اپنی عملی زندگی میں تجربہ کرتا ہے۔ یہ تجربہ اس کے مشاہدے پر مبنی ہوتا ہے۔ چنانچہ ہماری اہم ترین ذمہ داری ہے کہ گھر کا ماحول اطراف و اکناف کا ماحول بھستے پھرتے نونہالوں کی صحیح خطوط پر جسمانی ذہنی و اخلاقی تعلیم تربیت دے سکے۔

ماضی قریب میں بچے کا گھریلو ماحول خاندانی روایات تہذیبی و تمدنی قدروں سے روشناس تھا۔ بزرگوں و رشتہ داروں کا احترام لازم و واجب تھا۔ ابتدائی عمر ہی سے بچوں کو طرز مخاطب نشست و برخاست، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے کے آداب و اصول سکھائے جاتے تھے۔ لیکن تہذیبی قدروں نے وقت کے ساتھ ساتھ کروٹیں بدلیں، چھوٹے چھوٹے خاندان وجود میں آئے تلاش معاش کی فکر نے والدین کی بچوں کو پرورش سے محروم کر دیا۔

مدرسہ درحقیقت ایک ایسا ادارہ ہونا چاہیے جہاں نونہالوں کی ذہنی جسمانی و اخلاقی نشوونما کے تمام وسائل موجود ہوں جہاں بچے کی شخصیت ابھرے جو صحیح معنوں میں سماج کا تہذیبی مرکز کہلائے۔ لیکن سماجی تبدیلیوں نے اسے بھی کاروباری ادارہ بنادیا چنانچہ مدارس اپنے بنیادی مقصد کی تکمیل میں ناکام ہو گئے اور نتیجتاً بچے آج گھر میں باغی اور اسکول میں سرکش طالب علم بن گیا ہے انسانی قدریں ہمال ہو گئیں آج کا انسان اپنے ماحول سے متفکر نظر آتا ہے۔ اس کو ماضی کی اخلاقی قدریں یاد آتی ہیں۔

ماحول ہی کو وہ تمام برائیوں کے لیے مورد الزام ٹھہراتا ہے درحقیقت ماحول میں تبدیلی لانے والا انسان ہی تو ہے آج وقت کی اہم ترین پکار ہے کہ ماحول کو عارضی و مصنوعی چمک دمک دیا کاری سے بچائیں۔ ان نئی ایجادات کے استعمال پر جن سے اخلاقی گراؤ و ماحول کے سکون کی تباہی کا خطرہ ہو، پابندی لگائی جائے۔ تمام تر برائیوں کی روک تھام کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں۔ انشاء اللہ بہترین ماحول تکمیل ہو سکے گا۔

صحیح جوابات کسوٹی نمبر 63

- 1۔ 6 (یہاں اعداد کے دو سلسلے ہیں۔ 5 25 625 اس سلسلے میں ہر انگ اعداد چھپنے کا اسکوئر روٹ ہے۔ دوسرے سلسلے میں 6 36 1296 میں بھی ایسا ہی ہے)
- 2 154 (مرحلہ وار ہر عدد میں 15، 17، 19، 21 جمع کرتے جائیں۔)
- 3 35 (ہر عدد میں بالترتیب 7، 8، 9، 10 جمع کرتے جائیں تو انگ اعداد دے گا۔)

4 ڈیزائن نمبر-D

5 ڈیزائن نمبر-A

انعام پانے والے خوش نصیب بہن بھائی:

1۔ محمد اقبال

میر چکورہ، پلوامہ، کشمیر۔ 192305

2۔ شہناز مقبول بابا

گنڈلوروز، پنجہسارہ، احمد نگر، کشمیر۔ 192124

3۔ زینت پروین

معرفت ہندوستان ہوائی سینٹر، لیسن بازار، آسنول۔ 713301

4۔ ظہیر انور مجاہد

144 ایس ایس ہال (نارتھ) اے۔ ایم۔ یو۔ علی گڑھ۔ 202002

5۔ محمد سجاد

گھونٹھا، چو سکر، تحصیل کرمل، ضلع مدخ۔ 194103

صحیح حل بھیجنے والے دیگر شرکاء:

ملکنڈ ایس "سانئس" کے تقسیم کار

مولانا محمد علی جوہر سٹریٹ،

ملکنڈ (اے۔ پی) 508001

ابن غوری



کاش

اس کالم میں بچوں سے تحریریں مطلوب ہیں۔ ساتیس و ماحولیات کے کسی بھی موضوع پر مضمون، کہانی، ڈرامہ یا نظم لکھنے یا کارٹون بنا کر اپنے پاسپورٹ سائز فوٹو اور "کاش" کوپن کے ہمراہ ہمیں بھیج دیجئے۔ قابل اشاعت تحریر کے ساتھ مصنف کی تصویر بھی شائع کی جائے گی۔ نیز معاوضہ بھی دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں مزید خط و کتابت کے لیے اپنا پتہ لکھا ہوا پوسٹ کارڈ ہی بھیجیں (نا قابل اشاعت تحریر کو واپس بھیجنا ہمارے لیے ممکن نہ ہو گا)۔

ہم نے پیدا کیا۔" (ہنری اسرافیل)

اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کر دیا تو اس نے اشرف المخلوقات کو کچھ تو، عد و اصول بتائے جن پر چل کر ایک انسان معظم و مکرم بن سکتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے صرف مخصوص جانوروں کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے وہ بھی مخصوص طریقے سے اللہ کے نام سے ذبح کرنا نہ کہ جھٹکے سے۔ اس طرح نباتاتیں درختوں اور ان کے پھلوں کو جائز قرار دیا مگر بل ضرورت پھل و درہر ختوں کو کائنات سے منع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی اور صفائی کو، انسانیت کا ایک اہم جز قرار دیا یعنی معظم و مکرم شخص کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے اندر پاکیزگی اور طہارت بھی ہو۔ یک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ترجمہ: "یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو جوئے کرنے والوں سے اور پاک صاف رہنے والوں سے۔" (البقرہ)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے ساتھ تہذیب و تمدن معاشرت کا بہت گہرا تعلق ہے۔ آج ہمارے معاشرے کا ماحول کافی حد تک گندا ہو چکا ہے اور لوگ یہ کہنے لگے ہیں کہ اس گندے ماحول سے زمین کو بچانے والا اللہ کہ سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہمارا مذہب اسلام آج سے چودہ سو (1400) سال پہلے ماحول کے تحفظ کے قواعد و اصول بتا چکا ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ترجمہ: "اور اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے ان سے کہو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسے آنکھیں کھول کر دیکھو اور جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کے لیے نشانیاں اور تنبیہیں آخر کیا مفید ہو سکتی ہیں۔"

اسلام اور تحفظ ماحول

اسعد فیصل فاروقی

XI - E 5 اے ایم یو اوز

سینئر سیکنڈری اسکول، علی گڑھ۔ 202002

آج عالمی سطح پر کربن ڈائکسائیڈ سے بچانے کے لیے یعنی کربن ڈائکسائیڈ کے موسمی حالات، اس کے نباتاتی توازن اور اس کی حیواناتی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے مختلف ممالک کے عالمی سطح کے 20 مابہرین ماحولیات نے اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے۔ "ہمارے سامنے اب کوئی دوسرا راستہ موجود نہیں ہے سوائے اس کے کہ فطرت کی طرف لوٹا جائے۔" مابہرین کا یہ خیال ہے کہ ہماری زمین کو ماحولیات توازن کے بگڑنے سے خطرہ لاحق ہو چکا ہے اور اس ماحول کو اور ماحولیات توازن کو پھر سے اپنے راستے پر لانا اگر غیر ممکن نہیں تو ایک مشکل کام ضرور ہے۔

مذہب اسلام نے ماحول کو پاک و صاف بنانے کے لیے اشرف المخلوقات کو بڑی تلقین کی ہے۔ قرآن کریم میں ایسی کتنی ہی آیات ہیں جن میں اشرف المخلوقات کو سب سے افضل بتایا ہے اور اس کو صفائی ستھرائی کے ساتھ رہنے کی تلقین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "اور ہم نے آدم کی اولاد کو محنت بخشی اور سواری عطا کی بحر و بر میں اور ہم نے ان کو پاک صاف ستھری چیزوں سے رزق دیا اور بہتوں پر ان کو فضیلت عطا کی جن کو



ماحول کو سدھارنے اور صفائی ستھرائی کے بارے میں باتیں ہو رہی ہیں۔ مگر اس پر پوری طرح سے عمل نہیں ہو رہا ہے۔

اسلام کی ایک خدمت یہ بھی ہے کہ ہم لوگوں کو اس کی تعلیم دیں جس سے لوگوں کے دلوں میں جو غلط فہمی اسلام کے لیے بیٹھ گئی ہے وہ بھی دور ہو جائے گی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان اسلامی تعلیمات کی طرز پر اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے۔ مگر آج مسلمان اسلام کی دی گئی تعلیمات کو بھولتا جا رہا ہے۔ آج جدید دور کے مسلمان کو چاہئے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو اپنائیں جو ہر معاملہ میں صفائی اور پاکیزگی کی تعلیم دیتے ہیں اور ماحول میں گندگی کرنے سے منع کرتا ہے۔

قرآن میں ایسی کئی آیتیں ہیں جن میں زمین کی مٹی اور پانی نیز اس کی موجودگی کے نتائج کو ایک اہم جز قرار دیا گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جب زمین کی مٹی اور پانی میں گندگی ہو تو اس کے نتیجے میں زمین زرخیز ہوگی جو کاشتکاری کے لیے بہت ہی کارآمد ہے۔

سورہ عبس میں زمین اور پانی کا ذکر اللہ تعالیٰ کچھ اس طرح کرتا ہے:

ترجمہ: ”انسان ذرا اپنے کھانے پر غور کرے ہم نے اوپر سے خوب پانی برسایا پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا پھر اس سے اگائے غلے اور انگور اور ترشکاریاں اور زیتون اور سمجھور اور گھنے باغات اور میوہ اور چارہ اس میں متاع زیست ہے تمہارا سنا ہے اور تمہارے چوپایوں کے لیے۔“

بیڑ پودے ماحول کی کثافت کو بھی کسی حد تک اپنے اندر جذب کر کے ماحول کو کسی حد تک صاف کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بیڑ پودے اپنی جڑوں کو زمین کے اندر پھیلا کر اسے اچھی طرح جکڑ لیتے ہیں اور مٹی کی اوہری سطح کو کٹاؤ سے محفوظ رکھتے ہیں اور جب پانی زمین کے اندر مل جاتا ہے تو اس کو اور زرخیز بناتا ہے۔ اس طرح ہماری زمین زرخیز بنی رہتی ہے اور ہمیں کھانے کے لیے مختلف پھل سبزی اور اناج وغیرہ ملتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ موسم کو معتدل بنانے میں یہ بیڑ پودے ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ بیڑ پودے کاربن ڈائی آکسائیڈ

ماحول کو صاف رکھنے کے لیے اسلام نے خاص طور پر تاکید کی ہے۔ اسلام نے طہارت اور نفاست کو پسند کیا ہے۔ پاک و صفائی معاشرے کی ایک اہم بنیادی ضرورت ہے۔ اس سے صحت و تندرستی کا مسئلہ جڑا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے پورے ماحول پر اس کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے راستے اور سائے دار جگہوں پر گندگی کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے تاکہ لوگوں کے آنے جانے میں پریشانی نہ ہو اور ماحول گندگی سے پاک و صاف رہے۔

راستے کی پاک و صفائی کا حکم ایک حدیث میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا ان دو کاموں سے بچو جس پر لوگ لعنت بھیجتے ہیں۔ صیغہ بے دریافت کیا کہ لعنت واسے وہ دو کام کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا لوگوں کے راستے میں پالان کے سائے میں پختانہ کرنا۔

آج لوگوں کے اندر پاک و صفائی رکھنے کا بہت ذوق و شوق پایا جاتا ہے مگر وہ زیادہ تر بناوٹی اور صرف اپنے آپ اور زیادہ سے زیادہ اپنے گھر کو پاک رکھنے کا ہوتا ہے۔ لوگوں کو گھر کے باہر کے ماحول کی کوئی فکر نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اپنے گھر کی گندگی کوڑا کرکٹ گھر سے باہر راستے میں ڈال کر ماحول کو اور آلودہ بنادیتے ہیں۔ مندرجہ بالا حدیث پر غور کرنے سے صاف طور پر یہ نظر آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح کی گندگی کو سختی سے ناپسند فرماتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ راستے پر گندگی کرنے سے ماحول میں آلودگی پھیلتی ہے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے سایہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پر لوگ اٹھتے بیٹھتے ہیں یا سواری کا انتظار کرتے ہیں۔

فرمان نبی ﷺ: الطہور نصف الایمان (مسلم)
ترجمہ: پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔

ہماری عبادت نماز بھی ہمیں پاکیزگی اور طہارت کی تعلیم دیتی ہے۔ نماز کی شرط یہ بھی ہے کہ جگہ کا پاک ہونا کپڑوں کا پاک ہونا۔ جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ صفائی کی وجہ سے ہم مختلف بیماریوں سے بچے رہتے ہیں۔ دور جدید میں ہر طرف



(CO₂) کو اپنے اندر جذب کر کے (O₂) آکسیجن گیس کھلا دیتا ہے۔ اس کی گرامیہت کو ختم کر دیتا ہے۔ مگر آج موجودہ دور میں آبادی کی کثرت شہروں کی وسعت اور گنجان علاقوں کے مسلسل اضافے نے بہت سے مسائل پیدا کر دیے ہیں جس میں ایک پیڑ پودے کتنا بھی ہے، جس کی وجہ سے آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہے جس کے اثرات ماحول پر بھی مرتب ہو رہے ہیں اور موسم میں تغیر ہو رہا ہے۔ انہی سب وجوہ کی بنا پر ہماری زر خیز زمین بکھر رہی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا: جو مسلمان کوئی درخت لگے یا کھیتی کرے پھر اس میں کوئی آدمی یا پرندہ یا چوپایا کھاتا ہے تو اس درخت لگانے والے آدمی کو صدقے کا ثواب ہوتا ہے (جامع ترمذی)

دور جدید کی جنگیں ماحول کے لیے ایک بڑی تباہ کن بات ہے۔ جنگیں ماحول کو خراب کرتی ہیں اس کے اندر کثافت پیدا کرتی ہیں اب ذرا عراق اور امریکہ کی جنگ کو ہی لیجئے جس کے تباہ کن اور مضر اثرات سچ ہم دیکھ رہے ہیں۔ وہاں کے ماحول میں کثافت ہونے کی وجہ سے چرند پرند اور کاشتکاری پر مضر اثرات دیکھے گئے ہیں ابھی حال ہی میں ایران اور عراق کے کچھ حصوں میں تیزابی بارش ہوئی جو جنگی جنگ کا نتیجہ تھی جس نے وہاں کی زمین کو بکھر دیا ہے۔

جنگ مذہب کے نام پر لڑنا یا کسی بات کی دشمنی بنا کر لڑنا دونوں ماحول کو خراب کرتے ہیں اور ماحول کو تباہ کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: ”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔“

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ مذہب کی آڑ میں یا کسی اور غیر ضروری بات کرنا جس میں صلح ہو سکتی ہے اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سختی سے منع فرمایا ہے۔ جنگیں ایک اچھے ماحول کو خراب کر دیتی ہیں اس کو آلودہ بنا دیتی ہیں۔ اگر ہم اسلامی نظریہ حیات پر نظر ڈالتے

ہیں تو اس سے یہ بات بالکل ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام نے دنیا کو ایک معتدل اور متوازن نظام دیا ہے۔ جو معاشرے کے توازن کو بگڑنے نہیں دیتا ہے اور قواعد و اصول سے چلنا چاہتا ہے۔ اس لیے تحفظ ماحول کی کامیابی کے لیے یہ ایک ضروری امر ہے کہ ہم خوف خدا، حقوق و فرائض اور معاملات میں توازن برقرار رکھیں اور اسلامی ضابطہ حیات کو اپنائیں تبھی ہم ایک خوشگوار اور صاف ستھرے ماحول کو قائم رکھ سکتے ہیں ورنہ روز بروز اسی طرح ہمارا ماحول آلودہ ہوتا رہے گا اور ہم ایسے ہی پیچھے چلا رہے ہیں گے۔

ماحول کی اہمیت

عالیہ کوثر

بنت محمد مصطفیٰ الدین

فرحت منور، مدینہ منورہ، تانہ ریڈ

کرۃ ارض پر طبعی و حیاتی عوامل مٹی، پانی اور روشنی اور فضائی گیس پر مشتمل ہوتے ہیں۔ تمام جاندار حیاتی عوامل ہیں جس سے مل کر ماحولیاتی نظام تشکیل ہوتا ہے۔ یہ ایک دوسرے کی خصوصیات پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہیں۔ زمانہ قدیم میں مٹی، پانی سورج اور ہوا کو اس کی اہمیت کے پیش نظر دیوتا کا درجہ دے کر انسان پوجا کرتا تھا یہی وہ عوامل ہیں جو ماحولیاتی نظام کی بے جاں کڑیاں ہو کر بھی جانداروں کو حیات بخشتی ہیں۔ مٹی نہ ہو تو تاج آگے، سورج کی روشنی نہ ہو تو اس کرۂ زمین پر ایک جاندار بھی نہ ہو۔ جاندار اجزاء ماحول نظام کی اہم ترین اکائیاں ہیں۔ اکائیوں نے نباتات کے ساتھ ساتھ انسان کی زندگی پر بھی احسان کیا ہے۔ اس قدرتی ماحول نے ہمیں رہنے کے لیے جگہ، کھانے پینے کے لیے غذائی اشیاء، پانی اور زندہ رہنے کے لیے ہوا کی آکسیجن مہیا کی ہے۔



ظلم و زیادتی نے بڑی تباہی مچائی۔ نتیجتاً حقور کمزوروں پر غالب آ گئے اسی انسان کی پیہم کوششوں نے غلامی کی زنجیروں کو توڑا اور ہمیں آزاد ماحول نصیب کیا۔ ماحول پر انسان کی دست درازی آبادی کے تیز اضافہ کی وجہ سے روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی غذائی قلت و آلودگی آج سب سے خطرناک اور اہم مسائل بن گئے ہیں اس لیے رہائش، کھانے، و کاشت کاری، کے لیے انسان جنگلات کو تہہ کر رہا ہے۔ جنگلات کی تباہی کی وجہ سے ماحول درہم برہم ہو رہا ہے۔ جانوروں کے لیے سازگار حالات ختم ہو رہے ہیں۔

معدنیات نے بھی ماحولی مسائل پیدا کیے۔ کارخانوں نے دھواں، راکھ، گیس فضا میں بکھیری۔ نقش و فصل کے جدید ذرائع میں ایندھن کے احتراق سے پیدا شدہ مائے ماحول کو آلودہ کر رہے ہیں۔ دسمہ، کینسر جیسے مہلک امراض میں اضافہ، فضا کی آلودگی کا حاصل ہے۔ صحت نسبی پر شور کے اثرات بہت مضر پائے گئے ہیں۔ ماحول سے آکسیجن کی مقدار کم ہوتی جا رہی ہے۔ جوہری دھماکوں کے تجربات صنعتی و تباہ کاری فصلات نے پانی کو آلودہ کر رکھا ہے۔ جراثیم کش دلوں کے چھڑکاؤ سے غذا آلودہ ہو رہی ہے۔ نئے نئے امراض نیز قبل از وقت جسمانی کمزوریاں عام ہوتی جا رہی ہیں۔ فحش لٹریچر نے اور سائنس کی نئی نئی ایجادات نے جہاں معلومات و تفریحات کے سامان مہیا کیے ہیں وہیں اخلاق و کردار پر کاری ضرب لگائی ہے۔ ماحول کو اخلاقی کمزوریوں اور ایسوں سے پرانندہ کر دیا ہے۔

ایک نئے سماج و معاشرہ قوم کی تشکیل کے لیے اچھے ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ماحول ہی ہے جو انسان کو اچھا برا نیک یا بد خوش اخلاق یا بد اخلاق بناتا ہے۔ پڑھا لکھا باشعور صحت مند ماحول ہی عظیم کردار کو جنم دیتا ہے۔ ماحول ہی سے انسان بچپنا جاتا ہے۔ انسانی ماحول کی تشکیل میں گھر بدرستہ سماجی ادارے تنظیمیں اہم ترین مقام رکھتے ہیں۔ گھر کو امین درس گاہ کہ جاتا ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ابتدائی مرحلوں میں انسان کی جسمانی و ذہنی نشوونما ہوتی ہے۔

فرائضی مفکر و سو کا کہنا ہے کہ بچے کی صحیح تربیت گاہ گھر (باقی صفحہ 50 پر)

حیاتی عوامل میں نباتات نے ماحول کو صاف سترا رکھا اسے رونق بخشی درخت اور پودے گرہن ہوتے مہانی اپنے بہاؤ کے ساتھ زمین کی زرخیزی کو بہالے جاتا۔ بارش کا ہونا بھی نباتات کی موجودگی پر منحصر ہے۔ یہی نباتات حیوانات کی غذا بھی ہے۔ نباتات نے ماحول نظام کے توازن کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انسان نے اپنی عقل اور فراست کی بنیاد پر ماحول میں فوقیت حاصل کی ہے۔ وہ ماحولیاتی نظام کا اہم ترین رکن ہے اور اہم کردار بھی۔ تہذیب و تمدن کے آغاز سے ماحول پر قابو پانے کی کوشش میں اس نے کئی مہارتیں حاصل کی اور ماحول کو نئے سانچے میں ڈھالتا چلا گیا۔ زمانہ قدیم میں ماحول کی مناسبت سے مکان اور لباس کی مدد سے موسم کی شدت پر قابو پایا۔ جانوروں کا شکار اور جنگلی درختوں کی خوردنی حصوں سے غذائی ضروریات کی تکمیل کرتا چلا گیا۔ زمین پر کاشت کاری اور جانوروں کو پالتا شروع کیا۔ ہندوئیت کا آپاشی کے ذرائع کو ترقی دے کر سیلاب اور خشک سالی پر جزوی قابو پایا۔ مصنوعی بارش کے تجربات پر ایک حد تک کامیابی حاصل کی وراثیات کے علم کی مدد سے فصلوں کی نئی نسلیں پیدا کیں۔ اس طرح ماحولی نظام پر زراعت کا خوشگوار اثر یا سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی سے صنعتی انقلاب رونم ہوا۔ مسلسل و ہمہ گیر طریقہ تعلیم کی بدولت سائنسی انکشافات نے ماحول کو نیا باب بخشا علم الخلاء، اجسام فلکی، پہاڑوں کی سینہ شکافی کرنے سے لے کر سمندروں کی تہوں سے ذرائع و وسائل کے موتی نکال رہا ہے۔ گویا آکاش سے پاتال تک انسان کو ماحول میں دسترس حاصل ہو گئی ہے۔ تعلیم نے ماحول کو حیات جادو اور بخشی، مختلف علوم سے انسان روشناس ہوا جہالت کی بھیانک تاریکیوں سے باہر نکلا اس طرح دل و دماغ روشن ہوئے، انداز فکر بدلا، ماحول نے کروٹیں لیں۔ پنڈتوں، صوفیوں و مذہبی رجحانوں نے ماحول کی مناسبت سے انسان کی فلاح و بہبود کے لیے تعمیری کام انجام دیے تاکہ ایک پائیدار فطری ماحول وجود میں آ سکے۔ نظام بادشاہت نے ماحول کو انسان کی ضرورت کے مطابق ڈھالنے کی جدوجہد کی وہیں ماحول میں

اردو سائنس ماہنامہ خریداری / تحفہ فارم

میں اردو سائنس ماہنامہ کا سالانہ خرید کرنا چاہتا ہوں اپنے عزیز کو پورے سال بطور تحفہ بھیجنا چاہتا ہوں / خریداری کی تجدید کرنا چاہتا ہوں (خریداری نمبر..... سالے کا زمرہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ روٹہ کر رہا ہوں۔ رسالے کو درج پتے پر بذریعہ سادہ ڈاک / رجسٹریڈ سال کریں:

نام.....

پتہ.....

پن کوڈ.....

نوٹ:

1۔ سالہ رجسٹریڈ ڈاک سے منگوانے کے لیے زر سالانہ = 280/- روپے، اور سادہ ڈاک سے = 130/- روپے (انفرادی) نیز = 140/- روپے (اداری و برائے لا بھری) ہے۔

2۔ آپ کے زر سالانہ روٹہ کرنے اور واپس کرنے کے لیے تقریباً چار ہفتے ملتے ہیں اس مدت کے گزر جانے کے بعد ہی یا دہلی کریں۔

3۔ چیک / ڈرافٹ پر صرف URDU SCIENCE MONTHLY دہلی سے باہر کے چیکوں پر = 15/- روپے بطور بینک کمیشن بھیجیں۔

پتہ: 665/18A ذاکر نگر، نئی دہلی 110025

شرح اشتہارات

مکمل صفحہ	1800/-	روپے
نصف صفحہ	1200/-	روپے
چوتھائی صفحہ	900/-	روپے
دوسرا تیسرا گور	2100/-	روپے
پیش گور	2700/-	روپے

چھ اندراجات کا آرڈر دینے پر ایک اشتہار مفت حاصل کیجئے۔

● کمیشن پر اشتہارات کا کام کرنے والے حضرات رابطہ قائم کریں

پتہ برائے مقابلہ حاتی خط و کتابت:

ایڈیٹر سائنس

پوسٹ باکس نمبر 9764

جامعہ نگر نئی دہلی 110025

شرائط ایجنسی

(یکم جنوری 1997ء سے نافذ)

- 1۔ کم سے کم دس کاپیوں پر ایجنسی دی جائے گی۔
- 2۔ رسالے بذریعہ دی۔ لی روانہ کیے جائیں گے۔ کمیشن کی رقم کم کرنے کے بعد ہی دی۔ لی کی رقم مقرر کی جائے گی۔

شرح کمیشن درج ذیل ہے:

10-50 کاپیوں پر 25 فی صد

51-101 کاپیوں پر 30 فی صد

101 سے زائد کاپیوں پر 35 فی صد

4۔ ڈاک خرچ ماہنامہ برداشت کرے گا۔

5۔ بچی ہوئی کاپیاں واپس نہیں لی جائیں گی۔ ہفتہ اپنی

فروخت کا اندازہ لگانے کے بعد ہی آرڈر روانہ کریں۔

6۔ دی۔ لی واپس ہونے کے بعد اگر دوبارہ سال کی جائے گی

تو خرچہ ایجنٹ کے ذمہ ہوگا۔

ترسیل زر و خط و کتابت کا پتہ: 665/18 ذاکر نگر، نئی دہلی 110025

سرکولیشن آفس: 266/6 ذاکر نگر، نئی دہلی 110025

کاوش کوپن

نام

عمر

کلاس

اسکول کا نام و پتہ

پن کوڈ

گھر کا پتہ

پن کوڈ

تاریخ

کسوٹی کوپن

نام

عمر

کلاس

اسکول کا نام و پتہ

پن کوڈ

گھر کا پتہ

پن کوڈ

سوال جواب کوپن

نام

عمر

مشغلہ

مکمل پتہ

پن کوڈ

تاریخ

قلم کار حضرات!

مضامین خوشحظ اور صفحہ کے ایک طرف ہی لکھیں۔ تصاویر سفید کاغذ پر یا ٹریسنگ پیپر پر سیاہ اور ہارک قلم سے بنائیں۔ اگر تحریر کی رسید کے خواہشمند ہوں تو اپنا پتہ لکھا ہوا پوسٹ کارڈ ہمراہ روانہ کریں۔ ناقابل اشاعت تحریروں کو واپس کرنے کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔

- رسالے میں شائع شدہ تحریروں کو بغیر حوالہ نقل کرنا ممنوع ہے ● قانونی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالتوں میں کی جائے گی
- رسالے میں شائع شدہ مضامین حقائق واعداد کی صحت کی بنیادی ذمہ داری مصنف کی ہے

اونر، پرنٹر، پبلشر شائین نے کلاسیکل پرنٹرس 243 چاؤڑی بازار دہلی سے چھپوا کر 665/12 ڈاکٹر نگر نئی دہلی 110025 سے شائع کیا
مدیر اعزازی: ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

ایس

آپ بخوبی واقف ہیں کہ ماہنامہ "سائنس" ایک علمی اور اصلاحی تحریک کا نام ہے۔ ہم علم و آگہی کی شمع کو گھر گھر لے جانا چاہتے ہیں تاکہ ناواقفیت، غلط فہمی اور گمراہی کا اندھیرا دور ہو۔ ہمارا ہر فرد ایک مکمل مسلمان ہو جس کا قلب علم سے منور، ذہن کشادہ اور حوصلہ بلند ہو۔ تاہم آپ شاید واقف نہ ہوں کہ اس تحریک کو نہ تو کسی سرکاری یا نیم سرکاری ادارے سے کوئی مدد حاصل ہے اور نہ ہی کوئی ٹرسٹ یا سرمایہ دار اس کی پشت پر ہے۔ نیک نیتی، حوصلہ اور اللہ پر بھروسہ ہی ہمارا اثاثہ ہے۔

تمام ہمدردانِ ملت اور علم دوست حضرات سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس کارِ خیر میں ہماری مدد کریں اور ثوابِ دین حاصل کریں۔ ہمیں اس تحریک کو مزید فروغ دینے اور ہر ضرورت مند تک اسے لے جانے کے لیے مالی تعاون کی شدید ضرورت ہے اور ساتھ ہی یقین ہے کہ انشاء اللہ وہ سبھی حضرات جنہیں اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے، ہماری مدد کے واسطے آگے آئیں گے۔ درخواست ہے کہ زر تعاون چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں ہی بھیجیں جو کہ اردو سائنس ماہنامہ (URDU SCIENCE) کے نام ہو۔

الملتس
محمد اسلم پرویز
(مدیر اعزازی)

RNI Regn. No. 57347/94. Postal Regn. No. DL-11337/99 Licenced to Post Without Pre-Payment at New Delhi P.S.O. New Delhi-110002 **Posted On 1st and 2nd of Every Month** - Licence No. U(C)180/99. Annual Subscription: Individual - Rs. 130. Institutional - Rs. 140. Regd. Post - Rs. 280.

Urdu **SCIENCE** Monthly



سر پرستوں کی
بے لوث خدمت نے
ہمیں بنادیا ہے

سب سے بڑا

شہری

کوآپرینیو

بینک

بمبئی مرکنائٹ کوآپرینیو بینک لمیٹڈ

شیڈولڈ بینک

رجسٹرڈ آفس : 78 محمد علی روڈ، بمبئی 400003

دہلی برانچ : 36 نیٹا جی سہاش مارگ، دریا گنج، نئی دہلی 110002